مدیر اعلیٰ
حافظ عبدالرحمن مدنی

Web Site
www.Muhaddis.net

ملّتِ اسلامیّہ کا علمی اور اصلاحی مجلّہ

محدّث

لاہور

دسمبر ۲۰۰۲ء

- پاکستان کی جان بلب آزادی اور **امریکہ** !
- **تعدد ازواج** جواز اور حکمت
- **دعائیں** کیوں قبول نہیں ہوتیں؟

مجلس التحقیق الاسلامی

اہم اعلان

معزز قارئین کرام! کتاب وسنت ڈاٹ کام پر آن لائن مطالعہ اور ڈاؤن لوڈنگ کے لیے مہیا کیے جانے والے تمام یونی کوڈ رسائل وجرائد چونکہ سوفٹ ویئر کی مدد سے ان پیج سے یونی کوڈ میں تبدیل کیے جاتے ہیں لہذا ان میں اغلاط کا امکان بہرحال موجود ہے۔ یونی کوڈ فارمیٹ میں مہیا کرنے کا بنیادی مقصد سرچنگ میں سہولت پیدا کرنا ہے۔ لہذا آپ سے التماس ہے کہ برائے مہربانی غلطیوں سے محفوظ مواد کے حصول کے لیے پی ڈی ایف (PDF) فارمیٹ میں موجود فائلز کو ڈاؤن لوڈ کیجیے۔ نیز نوٹ فرمالیں کہ پی ڈی ایف (PDF) اور (Word) فائلز میں کسی بھی قسم کے اختلاف کی صورت میں ہمارے نزدیک (PDF) فائلز کو ترجیح ہو گی۔

گھر بیٹھے محدث وصول کیجئے

معزز قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کے لیے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں:

فی شمارہ: 20 روپے — زرسالانہ: 200 روپے — بیرون ملک: 20 ڈالر سالانہ

بذریعہ منی آرڈر/بینک ڈرافٹ 200 روپے بھیج کر سال بھر کے لیے گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی وتحقیقی مضامین سے استفادہ کریں

ایڈریس: ماہنامہ محدث 99 جے بلاک، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700

فون نمبرز: 042-5866476,5866396,0321-4340803

نوٹ: برائے مہربانی ویب سائٹ کے ذریعے محدث آرڈر کرنے والے احباب ویب سائٹ کا حوالہ ضرور لکھیں۔ شکریہ

مزید تفصیلات کے لیے webmaster@KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

www.Mohaddis.com

ملت اسلامیہ کا علمی و اصلاحی مجلّہ

ماہنامہ
مُحدِّث
لاہور

حافظ عبدالرحمٰن مدنی
مدیرِ اعلیٰ

حافظ حسن مدنی
مدیر

جلد ۳۴ / شمارہ ۱۲
ذي القعدة ١٤٢٣ھ
دسمبر ۲۰۰۲ء

فہرست مضامین

فکر و نظر

پاکستان کی جان بلب آزادی اور امریکہ — اداریہ — ۲

اسلام اور عیسائیت

کیا قرآن کی رُو سے حضرت عیسیٰ میں اُلوہی صفات تھیں؟ — مولانا محمد علی قصوریؒ — ۹

تحقیق و تنقید

وسیلہ اور استعانت II — حافظ مبشر حسین لاہوری — ۲۴

دین و شریعت

تعددِ ازواج ...... جواز و حکمت — پروفیسر نوید احمد شہزاد — ۳۷

دعا و مناجات

دعائیں کیوں قبول نہیں ہوتیں؟ — محمد جمیل اختر — ۶۲

اشاریہ ماہنامہ محدث (جنوری تا دسمبر ۲۰۰۲ء) — شفیق کوکب، شاہد حنیف — ۶۹

زر سالانہ	۲۰۰ روپے
فی شمارہ	۲۰ روپے

بیرون ممالک

زر سالانہ	۲۰ ڈالر
فی شمارہ	۲ ڈالر

Monthly MUHADDIS A/c No: 984
UBL - Model Town Crossing, Lahore

دفتر کا پتہ
۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن
لاہور 54700

Ph: 5866476, 5866396, 583940
Email: hhasan@wol.net.pk

محدث کتاب و سنت کی روشنی میں آزادانہ بحث و تحقیق کا حامی ہے ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کلی اتفاق ضروری نہیں!

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

Publisher: Hafiz Abdul Rahman Madan
Printer: Shirkat Printing Press, Lahore

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر و نظر

پاکستان کی جان بلب آزادی اور امریکہ!

قومی آزادی و خودمختاری شدید قسم کے تعصب اور بے لچک اَنا کا تقاضا کرتی ہے۔ اس کی مثال شخصی غیرت وحمیت سے دی جاسکتی ہے۔ جب کوئی شخص ایک بار کسی ضرورت، کسی مجبوری، کسی مصلحت یا کسی خوف کے باعث اپنی کھڑکیوں کے پٹ کھول دیتا ہے یا اپنے چوبارے کی چقیں اٹھا دیتا اور پڑوسیوں کے آوارہ خولڑکوں کی تاک جھانک کو ناگزیر سمجھ کر گوارا کرلیتا ہے تو پھر حجاب اُٹھتے چلے جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ اپنی اَنا مار لینے اور اپنی خودی کو سلا دینے کی لت پڑ جائے تو پھر ذلت ورسوائی کی کوئی سی پستی دل میں ملال پیدا نہیں کرتی۔ بے آبرو ہوجانے کا سب سے شرمناک مقام وہ ہوتا ہے جب انسان اپنی بے چارگی کو اپنی 'دانائی' سے تعبیر کرنے لگتا اور اپنی بے حمیّتی کو حقیقت پسندی اور حکمت شعاری کی قبا پہنانے لگتا ہے۔ یہ فیصلہ ہر شخص کے اپنے معیارِ غیرت اور اپنے تصورِ انا پر منحصر ہے کہ اس کا پیمانۂ صبر کس وقت لبریز ہوتا اور وہ کس مرحلے پر یہ فیصلہ کرتا ہے کہ اس لمحے کے بعد اس کا مرجانا، بے حمیتی کی زندگی سے کہیں بہتر ہے۔ اسی طرح قوموں کا اجتماعی ضمیر اس امر کا تعین کرتا ہے کہ وہ حالات کے جبر ناروا کے سامنے کس حد تک اپنا سر جھکا دے اور کس موڑ پر سینہ تان کر کھڑی ہوجائے!!

امریکہ کے B-52 طیارے نے ہماری مغربی سرحد پر ایک پانچ سو پاؤنڈ وزنی بم گرایا جس سے مولوی حسن وزیر کے مدرسے کو شدید نقصان پہنچا۔ سردیوں کی چھٹیوں کے باعث مدرسہ طلبا سے خالی تھا ورنہ نہ جانے کتنے معصوم بچے اس بم کا لقمہ بن جاتے۔ یہ اشتعال، بارڈر پر تعینات ایک پاکستانی سکاؤٹ کی گستاخی کا ردعمل بتایا جاتا ہے۔ واشنگٹن پوسٹ نے دو پاکستانی اہلکاروں کے جاں بحق ہونے کی خبر بھی دی ہے، ہم خاموش ہیں۔ واردات کا اعتراف اور انکشاف امریکی فوج کے ترجمان اور امریکی ذرائع ابلاغ نے کیا ہے۔ ہماری سرکار کا کہنا ہے کہ ''کوئی خاص بات نہیں۔''

ادھر جیکب آباد کے قریب ایک جاسوس امریکی طیارہ گر کر تباہ ہوگیا۔ قبل ازیں اس طرح کے چار طیارے مختلف مقامات پر گر چکے ہیں۔ اس پر بھی ہم خاموش ہیں۔ محبِّ وطن حلقوں کو یہ تشویش کھائے جارہی ہے کہ ہماری فضاؤں میں ٹڈی دل کی طرح منڈلاتے یہ جاسوس طیارے (جو بغیر پائلٹ کے چلتے ہیں) اگر کسی دن ہماری حساس تنصیبات سے آ ٹکرائے تو کیا بنے گا؟

www.KitaboSunnat.com,www.Mohaddis.com

ڈاکٹر احمد جاوید خواجہ اور اس سے قبل ڈاکٹر عامر عزیز کے ساتھ جو کچھ ہوا، وہ ہماری جاں بہ لب آزادی وخود مختاری کا ایک پہلو ہے۔ ہمارے ہوائی اڈوں، ہماری فضاؤں اور ہماری انٹیلی جنس انفارمیشن کا امریکی مقاصد کے تابع ہوجانا اس سیاہ بختی کا دوسرا پہلو ہے اور تیسرا پہلو یہ ہے کہ

نہ کوئی حرفِ شکایت نہ احتجاج کی لے　　　جو سر جھکا ہے تو خوں میں کوئی شرر کیسا؟

ہمارے اندر اشتعال کا اُبال تو خیر کیا اٹھتا، احتجاج کی کوئی چنگاری بھی نہیں سلگ رہی۔ جمہوریت کے برسرکار آنے کے بعد بھی ہماری آواز میں توانائی نہیں آرہی۔ امریکہ میں پاکستانیوں کی تذلیل اور "INS" کے تحقیر آمیز ضابطوں کی جکڑ بندی پر بھی ہم نے کچھ اس انداز سے ردِعمل دکھایا کہ کہیں کسی کھردرے لفظ سے جبین یار پر کوئی شکن نہ آجائے۔ انسانی حقوق کا کمیشن ہمارے اس اندازِ احتجاج پر انگشت بدنداں ہے!!

ہمارے لئے بے چارگی اور بے بسی کا یہ رسوا عہد اسی دن مقدر ہوگیا تھا جس دن صدر مشرف نے کولن پاول اور رچرڈ آرمیچ کے تیار کردہ سات مطالبات، کسی بحث، کسی ترمیم کے بغیر منظور کرلئے تھے۔ بش ایٹ وار (Bush at war) کے مصنف باب وڈورڈز کے مطابق ان سات مطالبات کی تفصیل یہ ہے :

"① پاکستان اپنی سرحدوں سے جاری 'القاعدہ' کے آپریشنز فی الفور بند کردے۔ طالبان کو ہر قسم کے اسلحہ اور سازوسامان کی سپلائی روک دے اور اسامہ کی کسی بھی قسم کی امداد سے ہاتھ کھینچ لے۔

② امریکہ کو بلا روک ٹوک یہ حق دیا جائے کہ وہ پاکستان کی فضائی حدود اور زمینی رابطوں کو استعمال کرسکے۔

③ پاکستان کے تمام بحری ہوائی اڈوں اور سرحدات کو حسبِ ضرورت استعمال کا حق دیا جائے۔

④ ہر قسم کی انٹیلی جنس نیز نقل وحرکت کے بارے میں معلومات فراہم کی جائیں۔

⑤ پاکستان بلا تاخیر گیارہ ستمبر کے حملوں کی مذمت کرے۔ داخلی طور پر دہشت گردوں سے تعاون کے تمام رستے بند کردے نیز امریکہ اور اس کے دوستوں اور اتحادیوں کے خلاف ہر قسم کی کارروائیوں کا سدِباب کرے۔

⑥ طالبان کو پٹرول اور ہر قسم کے ایندھن کی سپلائی فی الفور بند کردی جائے۔ پاکستان سے کسی بھی رضا کار یا طالبان کے حامی کو ادھر جانے کی اجازت نہ دی جائے اور اسامہ بن لادن کا نیٹ ورک ختم کرنے میں ہماری مدد کی جائے۔

⑦ طالبان سے سفارتی تعلقات منقطع کرلئے جائیں۔"

باب وڈ ورڈز کے مطابق کولن پاول کو حیرت انگیز مسرت ہوئی کہ صدر مشرف نے نہ صرف ساتوں مطالبات تسلیم کرلئے بلکہ بھرپور مدد کا یقین بھی دلایا۔ اس وقت وائٹ ہاؤس کے سچویشن ہال (Situation Hall) میں قومی سلامتی کونسل کا اجلاس ہورہا تھا۔ کولن پاول دوڑا دوڑا وہاں پہنچا۔ اس نے

www.KitaboSunnat.com,www.Mohaddis.com

وفور جذبات سے لرزتی آواز میں کہا ...... ''میں اس وقت آپ کو وہ کچھ بتانا چاہتا ہوں جو آج میں نے پاکستان کو بتایا ہے۔'' اس کے بعد پاول نے باآوازِ بلند فخریہ لہجے میں ساتوں نکات پڑھے۔ پھر وہ رکا مسکرایا اور بولا ......''معزز اراکین کونسل! صدر مشرف نے یہ سارے مطالبات مان لئے ہیں!!''

جارج بش کا چہرہ گلنار ہوگیا اور اس نے کہا......''اس کا مطلب ہے تم نے جو چاہا، پالیا!!''

جب کوئی طاقت کسی آزاد اور خود مختار ملک سے جو چاہے پالے تو پھر لڑھکنے کا عمل مسلسل جاری رہتا ہے۔ اب اس فہرست مطالبات میں ایف بی آئی کے چھاپے اور جانے کیا کیا کچھ شامل ہو چکا ہے۔ کولن پاول کو ہرگز یہ توقع نہ تھی کہ اس قدر آسانی کے ساتھ اس کی جھولی بھر دی جائے گی اور آج عالم یہ ہے کہ امریکہ کی سرزمین پر سب سے زیادہ ناپسندیدہ شہری 'پاکستانی' ہے۔ مشرقی سرحد پر بم گر رہے ہیں۔ امریکی جاسوس طیارے فضاؤں میں غول درغول گھوم رہے ہیں۔ اس کی منہ زور ایجنسیاں ہماری خواب گاہوں کی حرمت پامال کررہی ہیں۔ کیا پالیسیوں کے تسلسل پر اصرار کرنے والی جمالی حکومت، عوامی جذبہ واحساس کی ترجمانی کرسکے گی؟ کیا عوام کے منتخب نمائندوں کی پارلیمنٹ قومی آزادی وخود مختاری کے لئے کوئی توانا کردار ادا کرسکے گی؟ کیا پاکستان کی آبرو اور سرزمین وطن کی حرمت بھی کوئی متنازعہ معاملہ ہے؟

مدرسہ پر بمباری کے اس تازہ واقعہ سے ملتے جلتے واقعات کی ایک فہرست ہے، جن میں ہماری قومی خود مختاری کی قربانی دی جارہی ہے۔ اس تابعداری پر بھی امریکہ بہادر خوش نہیں، نت نئے تقاضے روز بروز سامنے آرہے ہیں۔ امریکہ میں مقیم پاکستانیوں کے ساتھ بدترین سلوک روا رکھا جارہا ہے، رجسٹریشن کے لئے قطاریں لگ چکی ہیں اور اور ان کی خودداری مستقل خطرے میں ہے۔ واقعات کا وہ کونسا تسلسل ہے جس کے نتیجے میں آج یہ منظر نامہ ہمارے سامنے ہے، ان واقعات کی طرف مختصر اشارہ درج ذیل ہے:

چند روز قبل ایک انگریزی اخبار میں ایک پاکستانی نوجوان کی کہانی شائع ہوئی۔ یہ نوجوان نیویارک کی ایک یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھا۔ ۱۱ر ستمبر کے بعد اس کا ایک بھائی امریکہ میں قتل ہوگیا۔ اس کا ایک اور بھائی بھی نفرت کا نشانہ بنا۔ پھر اسے دھمکیاں ملنے لگیں۔ تمام تر قانونی دستاویزات کے باوجود اس کا امریکہ میں رہنا مشکل ہوگیا۔ ایک صبح اس نے اٹیچی کیس اٹھایا اور کینیڈا کی سرحد پر آ گیا۔ اب وہ پناہ لینے کی کوشش میں ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ میں نے کم وبیش ایک سو مزید پاکستانیوں کو امریکہ سے نقل مکانی کرکے پناہ کی تلاش میں کینیڈا کی سرحد پر دیکھا۔ آئی این ایس کے شکنجے نے کم وبیش دو لاکھ پاکستانیوں کو شدید ذہنی اذیت سے دوچار کررکھا ہے۔ یہ سب کچھ اس بے لوث تعاون اور مخلصانہ خدمت گزاری کا صلہ ہے جو ہم نے گیارہ ستمبر کے بعد سے یارانِ سفید فام کے لئے وقف کررکھی ہے۔

www.KitaboSunnat.com,www.Mohaddis.com

فریب مسلسل: ہم اس لمحے سے فریبِ مسلسل کا شکار ہیں جس لمحے پندرہ ماہ قبل واشنگٹن سے آنے والے ایک ٹیلی فون نے اسلام آباد کے اعصاب پر رعشہ طاری کردیا تھا۔

ہم نے کہا: ''اڈّے نہیں دیں گے۔'' اور دے دیئے۔

ہم نے کہا کہ طالبان کے خلاف ثبوت کافی نہیں اور دو دن بعد اعلان کیا کہ ''مستند اور کافی ثبوت مل گئے ہیں۔''

ہم نے کہا کہ افغانستان کے خلاف جنگ مختصر ہوگی۔ واشنگٹن غرایا ''کون کہتا ہے جنگ مختصر ہوگی؟''

ہم نے عرضی گزاری کہ ''رمضان المبارک کے ماہِ مقدس میں بم نہ برسائے جائیں۔'' جواباً امریکیوں نے سحر و افطار کے وقفوں کے دوران اور عیدالفطر کے دن بھی بموں کی بوچھاڑ جاری رکھی۔

ہم نے کہا: ''امریکہ افغانستان میں زیادہ دیر نہیں ٹھہرے گا'' جواب آیا ''ہم افغانستان میں صدیوں ٹھہر سکتے ہیں۔''

ہم نے کہا: ''ماڈریٹ طالبان سے بات ہوسکتی ہے۔'' امریکہ بولا ''کوئی طالبان ماڈریٹ ہو ہی نہیں سکتا۔''

ہم نے کہا: ''کابل پر شمالی اتحاد کی حکومت ہمارے لئے قابل قبول نہیں ہوگی۔'' ایک ہفتے بعد واشنگٹن سے تار آیا: ''کابل میں شمالی اتحاد کی حکومت بن گئی ہے، اسے تسلیم کرو۔''

ہم نے قوم کو خبر دی ''ہمارے ایٹمی اثاثے نظر بد سے محفوظ ہوگئے ہیں۔ امریکی ذرائع ابلاغ ہر روز ہمارے ایٹمی پروگرام کی بدچلنی کی نئی کہانی تراشنے لگے۔

ہم نے کہا: ''صدر امریکہ نے یقین دلایا ہے کہ کشمیر کی تحریکِ حریت کو دہشت گردی میں شمار نہیں کیا جائے گا۔'' ادھر سے اعلان جاری ہوا کہ ''کشمیر میں دہشت گردی بند کرو۔''

ہم نے کہا: ''یہ اہل کشمیر کی اپنی جدوجہد ہے۔'' وہاں سے تلخ لہجے میں کہا گیا ''پاکستان فی الفور دراندازی بند کرے!''

ہم نے کہا کہ ''بھارت کی سات لاکھ فوج نہتے کشمیریوں پر مظالم ڈھا رہی ہے۔ ادھر سے حکم آیا: ''حافظ سعید اور اظہر مسعود کو زنجیر ڈالو، ان کی تنظیموں پر پابندی لگاؤ، ان کا نان ونفقہ بند کرو۔''

ہم نے کہا: ''مقبوضہ کشمیر میں الیکشن کا ڈھونگ ناقابل برداشت ہے، امریکہ بھارت کو سمجھائے۔'' امریکہ نے ہمیں سمجھاتے ہوئے کہا: ''یہ انتخابات بڑی اچھی پیش رفت ہے، مسئلہ کشمیر کے حل کی طرف پہلا اہم قدم ہے۔'' ...... کیسے کیسے زخم ہیں کہ ہم نے پھولوں کی طرح سینے پر سجا رکھے ہیں۔ صبح شام ان پھولوں کی مسحور کن خوشبو سے مست رہتے ہیں!!

اب نوبت یہاں تک آپہنچی ہے کہ ہماری سرحد کے اندر بم گرا، ہمارا مدرسہ نشانہ بنا۔ پانچ سو پونڈ

www.KitaboSunnat.com,www.Mohaddis.com

وزنی بم نے ہماری زمین پر گھاؤ لگایا۔ B-52 طیارے نے ہمارے ایک جوان کے تعاقب میں اُڑان بھری۔ امریکی فوج نے کہا ''ہمیں من مانی کرنے کا حق حاصل ہے۔'' پھر اس بات کو کم از کم تین امریکی عہدیداروں نے دہرایا۔ ابھی تک امریکہ نے اپنا بیان واپس نہیں لیا۔ آخری اعلان یہ ہوا ہے کہ ''ہمیں پاکستانی عوام کے مظاہروں کی کچھ پرواہ نہیں، ہم حکومت سے معاملہ کرتے ہیں۔'' ہم نے خود ہی کولن پاول کے ایک تخیلاتی بیان سے اپنے آپ کو تسلی دے لی ہے۔ اس کے بعد میجر جنرل راشد قریشی نے کہا تھا: ''جی ہاں! بم پاکستانی علاقے میں گرا ہے۔'' پھر انہوں نے کہا کہ ''ڈیورنڈ لائن غیر واضح سی سرحد ہے کچھ اندازہ ہی نہیں ہوتا کہ افغانستان کہاں ہے اور پاکستان کہاں؟ اس لئے تحقیقات کے بعد ہی پتہ چلے گا کہ بم کس طرف گرا؟'' آتش مزاج اور شعلہ بیان وزیر اطلاعات شیخ رشید احمد نے بڑی لجاجت سے وضاحت کی ہے کہ ''ہم نے امریکہ سے کوئی احتجاج نہیں کیا، ایسی خبریں بے بنیاد ہیں۔ بندہ امریکہ کا زخمی ہوا، اس نے کوئی احتجاج نہیں کیا تو ہم کیوں کریں؟'' گویا ہماری سرزمین پر دانستہ بم گرانا، اسے مبنی برحق قرار دینا اور آئندہ کے لئے بھی یہ عمل دہرانے پر اصرار کرنا کوئی قابل توجہ بات ہی نہیں!!

آج کل ہم وارداتِ عشق کی ایک نئی وجدانی کیفیت سے گزر رہے ہیں۔ اس کیفیت کے طفیل ہم اپنی پسپائی اور رسوائی کو بھی فتح و کامرانی سے تعبیر کرنے لگے ہیں۔ ساری دنیا سے کشمیر کے بارے میں اپنے موقف کو منوا لینے کے بعد بھارتی افواج کا ہماری سرحدوں سے ہٹ جانا بھی ہماری فتح ہے۔ ہمارے سکاؤٹ کے تعاقب میں پاکستان پر بم گرانے کے بعد امریکہ کا احتجاج نہ کرنا بھی ہماری کامیابی ہے۔

امریکہ اور شمالی کوریا: امریکہ نے ایسے رویے کا مظاہرہ جب شمالی کوریا سے کیا تو انہوں نے اسے قومی اَنا کے خلاف تصور کیا ...... شمالی کوریا میں دس لاکھ انسان نعرہ زن ہوئے۔ اس لئے کہ ان کی قیادت نے قومی انا سے ہم آہنگ فیصلہ کیا۔ ان کو بھی وہی امریکہ دکھائی دے رہا ہے جو ہمیں نظر آ رہا ہے۔ ان کے سامنے بھی وہی جارج بش ہے جس کے آسیب نے ہماری نیندیں حرام کر رکھی ہیں۔ انہیں بھی خونخوار عفریت کا وہ اسلحہ خانہ دکھائی دے رہا ہے جس کے تصور نے ہمارے اعصاب پر رعشہ طاری کر رکھا ہے۔ اس کے باوجود ان کا وزیر اعظم دس لاکھ افراد کے سامنے گرجا:

''امریکیو! جان لو، ہم اپنے فیصلے خود کریں گے۔ اگر جنگ کے بادل ہماری سرزمین تک آ گئے تو پھر ہماری فوج اور ہمارے عوام امریکہ نامی ملک کو کرۂ ارضی سے مٹا کر دم لیں گے۔ پھر دنیا دیکھے گی کہ جنگوں کے دیوتا کا کیا حشر ہوتا ہے اور برائی کی اصل جڑ کو ہم کس طرح اکھاڑ پھینکتے ہیں۔''

اور اگلے دن سرکاری ٹیلی ویژن نے کہا

''ہم پر پابندیاں لگائی گئیں تو آگ کا دریا امریکہ کو بہا لے جائے گا۔''

www.KitaboSunnat.com,www.Mohaddis.com

کل تک کہا جاتا تھا کہ طالبان اُجڈ اور بے لچک ہیں۔ عالمی سیاست کے تقاضوں کو نہیں سمجھتے۔ امریکہ کے سامنے سر اٹھا کر کھڑا ہونے کی ایسی حماقت کررہے ہیں جو خودکشی کے مترادف ہے لیکن امریکی جنگی مشین لمبی عباؤں، بھاری پگڑیوں اور گھنی داڑھیوں کو نابود نہ کرسکی!!

چنگاریاں پھر سے سلگ اٹھی ہیں اور آتش فشاں دہکنے لگا ہے، شمالی کوریا نہ اُجڈ ہے نہ بنیاد پرست۔ کمال سنگ کے بیٹے نے کسی اکوڑہ خٹک سے فیض حاصل نہیں کیا لیکن دنیا کے ہر خطے میں عزت اور ذلت کے پیمانے یکساں ہوتے ہیں!!

شمالی کوریا کے تھپڑ سے گال سہلاتے ہوئے امریکہ کس خجالت سے کہہ رہا ہے ''ہم شمالی کوریا سے مذاکرات نہیں، بات کریں گے۔'' مجروح انائیں ایسے ہی بہانے تراشا کرتی ہیں اور پھر ویت نام کی جنگ کے بعد لاس اینجلس میں سب سے بڑا مظاہرہ ہوا ہے۔ امریکیوں کا مظاہرہ ان کے ہاتھوں میں کتبے تھے:

''اصل دہشت گرد جارج بش ہے۔''

''وہ غلطی نہ دہراؤ جو تمہارے باپ نے کی تھی۔''

''ہم تمہارے مویشی نہیں!''

اب یہ مظاہرے واشنگٹن اور سان فرانسسکو کا رخ کرنے والے ہیں!!

فضا بدل رہی ہے لیکن ہم خود اپنے دباؤ میں ہیں، اس دباؤ کا نتیجہ یہ ہے کہ خارجی دباؤ میں اضافہ ہورہا ہے۔ گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد سے اب تک ہم نے امریکی مطالبات کے سامنے کہیں کھڑے ہوجانے اور کوئی بند باندھنے کی کوشش نہیں کی۔ نرم ترین الفاظ میں بھی یہ پیغام دینے کی جسارت نہیں کی کہ 'بہت ہوچکی!' اب ہماری سپراندازی، بے چارگی میں بدل چکی ہے۔

بھارت نے کشمیر کے حوالے سے ایسی کامیابیاں حاصل کرلیں جن کا وہ تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ نئی دہلی میں امریکی سفیر بلیک ول نے اپنے گھر پر بھارتی امریکیوں کو ضیافت دی اور تالیوں کی گونج میں کہا

''ہماری جنگ اس وقت تک جاری رہے گی جب تک بھارت میں دہشت گردی ہمیشہ کیلئے ختم نہیں ہوجاتی۔ ہم صدر مشرف پر دباؤ ڈالتے رہیں گے کہ وہ کشمیر میں دراندازی بند کریں۔ کشمیر میں گڑبڑ کرنے والے حریت پسند نہیں قاتل اور دہشت گرد ہیں۔ ہم انہیں اسی نام سے پکاریں گے۔''

۱۱؍ستمبر ۲۰۰۱ء سے پہلے صدر مشرف کے بارے میں امریکی انتظامیہ کا رویہ انتہائی کھردرا تھا۔ صدر کلنٹن کو امریکہ میں مقیم پاکستانیوں نے بڑی مشکل سے قائل کیا کہ وہ دورۂ جنوبی ایشیا کے دوران پاکستان کو مکمل طور پر نظر انداز نہ کریں۔ وہ پانچ دن بھارت گزارنے کے بعد پانچ گھنٹوں کے سٹاپ اوور کے لئے اس انداز سے پاکستان آئے کہ ہر پاکستانی کا سر شرم سے جھک گیا۔ انہوں نے حکم صادر کیا کہ جنرل

www.KitaboSunnat.com,www.Mohaddis.com

مشرف ایئرپورٹ پر نہ آئیں۔ ایوانِ صدر میں صرف صدر تارڑ استقبال کریں۔ کوئی استقبالیہ تقریب نہ ہو۔ جنرل مشرف کسی جگہ صدر کلنٹن کے پہلو میں نہ دکھائی دیں۔ امریکی عملہ ہلکان ہو رہا تھا کہ کہیں صدر کلنٹن اور جنرل مشرف کی ہاتھ ملاتے کوئی تصویر نہ بن جائے۔ پھر ٹون ٹاور گرے اور سب کچھ بدل گیا۔ جب جنرل پرویز کسی لمحے کسی امریکی عہدیدار کو فون کرسکتے تھے۔ امریکہ سے دعوتیں آنے لگیں۔ وائٹ ہاؤس میں ضیافتیں ہونے لگیں۔ ان کی بانہوں میں بانہیں ڈال کر تصویریں بننے لگیں۔ صدر بش انہیں اپنا دوست قرار دینے لگے۔ ایسا کیوں ہوا؟

یہ ذاتی سطح پر جنرل مشرف کے لئے خوابناک آسودگی اور احساس کامرانی کا نیا دور تھا۔ اس پذیرائی کو عطیہ غیبی سمجھتے ہوئے وہ امریکہ کی خوشنودی میں بہت دور نکل گئے۔ اس دوران انہوں نے پیچھے پلٹ کر نہیں دیکھا لیکن اب وقت آگیا ہے کہ وہ اپنی حکمتِ عملی پر نئے سرے سے غور کریں۔ قومی حکومت بن چکی ہے۔ وہ موڑ آچکا ہے کہ پاکستان اپنے اجتماعی ضمیر کی توانا آواز پوری قوت کے ساتھ اٹھائے۔ کسی تصادم، کسی محاذ آرائی کے بغیر امریکہ کو بتادیا جائے کہ چودہ کروڑ پاکستانیوں کی سوچ کیا ہے۔ اسے یہ باور کرادیا جائے کہ ہم مزید تذلیل کے لئے تیار نہیں۔ اب ایف بی آئی کے گرگوں کو واپس بلا لیا جائے۔ ہم ایک ذمہ دار اور ہوشمند قوم ہیں۔ ہمارے ایٹمی پروگرام کو نشانۂ تمسخر نہ بناؤ بھارت کی آغوش میں بیٹھ کر واجپائی کی زبان بولنا چاہتے ہو تو ہم سے راہ و رسم نہ رکھو اس ضمن میں قومی اسمبلی کو ایک مدلل اور پرعزم قرار داد منظور کرنی چاہیے۔ متحدہ مجلس عمل کو بھی اپنے طرزِ عمل پر نظر ثانی کرنا ہوگی۔ وہ ابھی تک ان کے جذبات واحساسات کی سچی ترجمانی نہیں کرسکی جن کے ووٹ لئے تھے۔ صدر مشرت کی وردی اور ایل ایف او پر لاحاصل غزل سرائی کو کچھ دیر کے لئے معطل رکھتے ہوئے اسے پاکستان کے وقار اور اہل پاکستان کے افتخار کی جنگ لڑنی چاہیے۔ مسلم لیگ (ق) اور اس کے اتحادیوں کو بھی اپنی ترجیحات بدلنا ہوں گی۔

سورج سوا نیزے پر کھڑا ہے اور دہکتی دھوپ خواب گاہوں سے آن لگی ہے۔ قوم کے جذبوں کو زبان دینے اور اس کی اجتماعی قوت کے بھرپور اظہار کی فیصلہ کن گھڑی آ گئی ہے۔ امریکہ کو یہ بتانے کا وقت آن پہنچا ہے کہ یہاں چودہ کروڑ عوام بھی بستے ہیں اور وہ صرف حکومتوں سے معاملہ کرکے من مانی نہیں کرسکتا۔ عوامی قوت کی فولادی فصیل ہی امریکی اور بھارتی عزائم سے دفاع کی ضمانت ہے۔ یہ کام وہ لوگ نہیں کرسکتے جو اپنی سرزمین پر بم گرتا دیکھ کر نیا جغرافیہ لکھنے بیٹھ جاتے ہیں، یہ کام شاہینوں کو خاکبازی کا سبق دینے والوں کا بھی نہیں ؎

تنش از سایہ بادل تدروے لرزہ می گیرد چو شاہیں زادہ اندر قفس با دانہ می سازد

''جب شاہینوں کی اولاد پنجرے میں بند دانہ دنکا چگ لینے کی عادی بنادی جائے تو چکوروں کی پرچھائیں پڑنے سے بھی اس کے بدن پر کپکپی طاری ہوجاتی ہے۔'' (حسن مدنی)

www.KitaboSunnat.com,www.Mohaddis.com

نقد ونظر

مولانا محمد علی قصوری
ایم اے، کینٹب

کیا قرآن کی رُو سے حضرت عیسیٰؑ میں اُلوہی صفات تھیں؟

ایک پادری کے چودہ دلائل اور ان کا جواب

مولانا محمد علی قصوریؒ اس خاندان کے چشم و چراغ ہیں جن کے اکثر افراد نے برصغیر میں اسلام اور ملک وملت کی خدمت اور جدوجہد آزادی میں نمایاں کردار ادا کیا۔ آپ مولانا عبدالقادر قصوری (سابق صدر انجمن اہلحدیث، پنجاب) کے صاحبزادے، معین قریشی (سابق نگران وزیراعظم) کے چچا اور موجودہ وفاقی وزیر خارجہ (خورشید محمود قصوری) کے تایا تھے۔
آپ نے اعلیٰ تعلیم کیمبرج یونیورسٹی سے حاصل کی۔ بیرسٹری کا کورس بھی مکمل کیا لیکن سند حاصل نہ کرسکے تھے کہ وطن لوٹ آئے۔ انگلستان کے قیام کے دوران ہی مولانا محمد علی قصوری نے اپنی زندگی اسلامی اور ملی کاموں کے لئے وقف کرنے کا تہیہ کرلیا تھا۔ برطانوی حکومت کی طرف سے کئی ملازمتوں کی پیشکش ہوئی لیکن ان کے دماغ میں ایک ہی دھن تھی کہ کسی طرح اسلامی ممالک کو مغربی استعمار کے چنگل سے آزاد کروایا جائے۔ افغانستان کی حکومت کو برطانوی سامراج کے خلاف جہاد پر آمادہ کرنے کے لئے افغانستان کا سفر بھی کیا۔لیکن کامیابی نہ ہوئی تو یاغستان چلے گئے اور وہاں کے قبائل کو ظلم کی قوتوں کے خلاف جہاد کے لئے تیار کیا۔ زیر نظر مضمون آپ کے رشحاتِ قلم کا نتیجہ ہے۔ (محدث)

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا إِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ إِيْمَانِكُمْ كَافِرِيْنَ، وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَأَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِىَ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (آلِ عمران:۱۰۰،۱۰۱)

''اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب کی کسی جماعت کی باتیں مانو گے تو وہ تمہیں تمہارے ایمان لانے کے بعد کافر بنا دیں گے۔ تم کیسے کفر کرتے ہو؟ باوجودیکہ تم پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور تم میں رسول اللہ ﷺ موجود ہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوطی سے تھام لے تو بلاشبہ اسے راہ راست دکھا دی گئی۔''

جوں جوں مغربی دنیا مذہبِ مسیحیت سے برگشتہ ومنکر ہورہی ہے اور موجودہ سائنس وفلسفہ مذہب مسیحیت کی دھجیاں اڑا کر دنیا پر مسیحی عقائد کا لغو پن اور اس کے اخلاقی ضوابط کی ناپائیداری ظاہر کررہے ہیں، مسیحی پادری ومشنری اپنے مذہب کو ایشیائی اقوام میں پھیلانے کے لئے زیادہ سے زیادہ کوششیں کررہے ہیں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ ان کو یورپ کے اکھاڑے میں اپنی کامل شکست کا اعتراف کرنے کے بعد اب دوسرا حلقہ اثر پیدا کرنے کا شوق دامن گیر ہوا ہے، کیونکہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا......!
لیکن اس میں بھی عیسائیت کو سخت مشکلات اور مایوسیوں کا سامنا کرنا پڑا ہے اور ان شاء اللہ پوری

ناکامی ہوگی۔ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو من کل الوجوہ عیسائیت کی ضد ہے۔ اگر عیسائیت کے عقائد غیر معقول اور ناقابل تسلیم ہیں تو اس کے برعکس اسلام کے عقائد ایسے معقول و آسان فہم ہیں کہ کسی منصف مزاج عیسائی کو بھی ان پر ایمان لانے میں عذر نہیں ہوسکتا۔ اگر عیسائیت کا اخلاقی کوڈ (ضابطہ) فرسودہ ہے کہ فی زمانہ وہ ساقط الاعتبار ہوچکا ہے تو اسلام کا اخلاقی ضابطہ ایسا مکمل ہے جو موجودہ زمانہ میں بھی یورپ کے بہترین قانون سازوں کی رہنمائی اور ماہرین اخلاق کی رہبری کرسکتا ہے۔ اس لئے عیسائی مذہب کو ہر میدان میں اسلام سے زَک اٹھانا پڑے گی۔

چنانچہ ''دشمن جب مغلوب ہوجاتا ہے تو خدع وفریب کو اپنا آلہ اور دسائس وحیل کو اپنا حربہ بناتا ہے'' ......اسی کے مصداق عیسائی مشنریوں نے بھی خدع وفریب کو اپنا آلہ کار بنایا اور اسلام کے خلاف تحریراً وتقریراً دروغ بافی کرنا شروع کردی۔ اس سے ان کی پیش نظر دو مقاصد تھے :

عیسائی مبلغین کے مقاصد

اول: کم علم و ناواقف مسلمانوں اور انگریزی خواں نوجوانوں کو ان کے دین حق سے بدگمان کرنا بالخصوص مؤخرالذکر طبقہ کو، کیونکہ وہ عموماً عربی تعلیم سے ناآشنا ہونے کے باعث اسلامی علوم سے کورے ہوتے ہیں اور عیسائیوں کی تحریرات کو باوجود اس کے کہ وہ کذبِ جلی اور دروغِ صریح سے لبریز ہوں، مفتریانہ معلومات کا ذخیرہ تصور نہیں کرتے اور دل ہی دل میں سمجھنے لگتے ہیں کہ اسلام پر تو اعتراضات کا انبار ہے۔ ان اعتراضات سے متاثر ہوکر وہ عیسائیت تو اختیار نہیں کرتے (کیونکہ عیسائیت کا دامن تو خیر یا معقولیت سے قطعاً خالی ہے اور اس میں یہ استعداد ہی نہیں کہ کسی معقول شخص کو اپنی حقانیت کا معترف بنا سکے) لیکن صحیح اور راسخ العقیدہ مسلمان بھی نہیں رہتے۔

دوم: سمجھ دار عیسائیوں کو اسلام کی طرف مائل ہونے سے روکنا جن کے قلوب میں مسیحیت کے پیچ در پیچ عقائد اور مشوش العقول اساسی اصولوں اور غیر معقول اخلاقی آئین نے ایسے سخت شکوک پیدا کردیئے ہیں کہ وہ کسی طرح سے بھی ایمان وایقان کے ساتھ عیسائیت پر کاربند نہیں رہ سکتے اور اپنی فطری ضروریات کی وجہ سے کسی ایسے مذہب کے متلاشی ہیں جو زیادہ ریشنل (معقول) ہو اور ان کی سیاسی، معاشرتی، تمدنی اور گھریلو ضروریات کو بوجہ اتم پورا کرے۔

اہل یورپ کے پاس سوائے ان مشنریوں کی تحریروں کے اور کوئی کسوٹی اسلام ومسیحیت کے مقابلہ و موازنہ کی نہیں ہے۔ اس لئے لامحالہ یہ مشنری بہت بڑی حد تک اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے اور اہل یورپ کو اسلام سے متنفر بنانے میں پورے فتحیاب، مگر ؏ کبھی خاک ڈالے سے چھپتا ہے چاند!

پھر بھی بعض روشن خیال لوگ جنہوں نے مسیحی مشنریوں کی تحریرات کے تاریک پردہ کو چاک کرکے اسلام کے اصلی نورانی چہرے کا بلا واسطہ مشاہدہ کیا ہے، حلقہ بگوش اسلام ہوچکے ہیں اور ہورہے ہیں۔ ہاں عامۃ الناس کا مبلغ علم تو فقط مشنریوں کی مفتریانہ تحریرات اور جھوٹ سے بھری ہوئی روایات اور فرضی و من گھڑت حکایات اور بے سروپا اعتراضات پر مبنی ہے، اس لئے اگر وہ عیسائی نہیں رہے تو اسلام سے بھی کچھ حسن ظن رکھنے کا موقع انہیں نصیب نہیں ہونے دیا گیا۔

ہمارے علما کا فرض

اس تاریک پردہ کو چاک کرنا اور ہر کہ ومہ کو اسلام کا نورانی چہرہ بے نقاب کرکے دکھانا ہمارے مقتدر علما کا کام تھا مگر افسوس کہ یہ جماعت ِعلما (باستثنائے بعض) ماضی و حال کی باہمی رقابتوں کے بنا پر مسلمانوں کو گروہ درگروہ تقسیم کرنے میں مصروف ہوگئے اور خارجی دشمن کے حملوں کے دفاعی فرض سے پنبہ درگوش (غافل) ہوگئے۔ اس غفلت سے فائدہ اٹھا کر مسیحی مشنری اپنے دوگونہ مقصد کی تحصیل میں سرتوڑ کوششیں کرتے رہے اور تاحال اندر ہی اندر سے اسلام کی بربادی اور رخنہ اندازی میں پوری طرح سے مصروفِ کار ہیں اور اگر اب بھی ہمارے علمائے کرام کی جماعت نے اس اہم فریضہ کی طرف توجہ نہ فرمائی اور اس طوفانِ پوادر (خطرناک) کو اپنی پوری صف آرائی سے ھباء منثور (پراگندہ ذرّے) نہ کردیا تو اندیشہ ہے کہ ایک طرف تو ہمارا جدید تعلیم یافتہ طبقہ اسلام کو یورپ کے مہذبین کی طرح قومی فیشن سمجھ لے گا اور دوسری طرف یورپ وافریقہ وامریکہ کو حلقہ بگوشِ اسلام بنانے کا موقعہ بھی ہمارے ہاتھ سے جاتا رہے گا۔

تعلیم یافتہ عیسائی گروہ کی رائے

ہم بلاخوفِ تردید کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت اگر کوئی شخص یورپ وامریکہ میں چراغ لے کر بھی تلاش کرنا شروع کرے تو اسے کوئی سچا اور صحیح عیسائی ملنا مشکل ہے۔ وہ لوگ گو بظاہر عیسائی ہیں مگر فی الحقیقت مسلمہ معتقداتِ مسیحی سے منکر ہیں۔ ان میں سے جو جرأتِ اخلاق کے زیور سے آراستہ ہیں، وہ تو علانیہ لا مذہب ہوچکے ہیں اور مسیحیت کی پوری پوری مخالفت کررہے ہیں اور تحریراً وتقریراً اس کے طلسم کو باطل کرنے میں سرگرم ہیں اور بعض جن کی جرأتِ اخلاق کمزور ہے، وہ سوسائٹی کے دباؤ کی وجہ سے کامل منافقت کی زندگی بسر کررہے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر میکس نارڈو یورپ میں مذہبِ عیسائیت کے اثر کی نسبت لکھتے ہیں:

> ''اس میں کچھ شک نہیں کہ تعلیم یافتہ گروہ کا ایک معتدبہ حصہ اور سلیم الطبع اور فہیم انسان تقریباً بتمام وکمال اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ان کا موجودہ مذہب (عیسائیت) اور ان کا موجودہ نظامِ حکومت اس

انسانی فطرت اور ملکہ کے...... جو علومِ طبعیہ کی ترقی سے حاصل ہوا ہے...... بالکل مخالف اور متضاد ہے اور کوئی انسان معقولیت سے ان فرسودہ اور خلافِ فطرت دونوں نظاموں (عیسائی مذہب اور استبدادی حکومت) کو قبول نہیں کرسکتا۔ لیکن ہمارے زمانہ کی ایک بہت ہی بڑی قباحت 'بزدلی' ہے۔ ہم اپنی آرا کو ظاہر کرنا نہیں چاہتے تاکہ ہماری اندرونی و بیرونی زندگیاں یگانگت اور یکجہتی کے رنگ میں رنگی جائیں۔ ہمیں زمانہ سازی کے بھوت نے یہی تعلیم دی ہے کہ دنیاوی مصالح اسی امر کی مقتضی ہیں کہ ہم ضمیر کی تنبیہ ومخالفت کی پرواہ نہ کرکے ان فرسودہ عقائد کو تسلیم کرتے رہیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اسی بددیانتی اور فقدانِ جرأت ہی نے اس منافقت کی حکومت کو اس قدر طویل بنا دیا ہے اور حق و دیانت کو اس قدر عسیر الحصول۔''

کرنل انگرسال اپنی کتاب 'ہماری کتاب کے مروّجہ جھوٹ' میں لکھتے ہیں:

''مسیحیت غلامی، اَسر وتعبد، ناروا داری وتشدد، محکومیتِ فرقہ اُناث اور ایسے ایسے شرمناک ذمائم کی ......جن کا نام لیتے ہوئے بھی شرم آتی ہے...... حامی رہی ہے اور جب تک سائنس کی ترقی نے اس کے قصر توہمات کو پوری طرح منہدم نہیں کردیا، اس کی آنکھیں نہیں کھلیں۔ اور جب تک اسے کامل شکست کا یقین نہیں ہوگیا، اس نے ہتھیار نہیں ڈالے اور اس سے قبل سائنس کے ہر حملے کا جواب تیغ وتفنگ، قتل و غارتگری، تباہی وسفاکی سے دیتی رہی ہے۔ ان واقعات نے تاریخ عالم میں سب سے زیادہ خونیں صفحات کا اضافہ کیا ہے۔''

لارڈ مارلے مسیحی غیر معقولیت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''مسلمانوں کا یہ دعویٰ کہ اسلام تمام موجودہ مذاہب سے کہیں برتر ہے اور اس میں کوئی بات عقل عامہ کے خلاف اور اس کی اخلاقی تعلیم میں کوئی امر فطری وطبعی انسانی اخلاق کے منافی نہیں، بہت ممکن ہے کہ صحیح ہو۔''

ہم پورے ایقان سے کہتے ہیں کہ صحیح ہے اور ضرور صحیح ہے۔ لارڈ مارلے کو جو شک ہے، وہ فقط انہی نام نہاد پادریوں کی مفتریانہ تحریرات سے پیدا ہوا ہے۔ پروفیسر بکل اپنی شہرۂ آفاق 'تاریخ تمدن' میں ان پادریوں کی مفتریانہ مساعی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہائے افسوس! ان پادری حضرات پر کہ انہوں نے حق و انصاف کا ارادۃً خون کرتے ہوئے حضرت محمد ﷺ پیغمبر عرب کی ذات پر ایسے ایسے الزامات لگائے ہیں جنہیں ایک معمولی انسان کی طرف بھی منسوب کرتے وقت ہر صداقت پسند شخص تامل کرتا ہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی نہ سوچا کہ حضرت محمد ﷺ اگر دنیا کے سب سے بڑے مصلح نہ تھے تو کم از کم ایسے مصلح تھے جن کی نظیریں دنیا نے بہت کم دیکھی ہیں۔''

الغرض ان عیسائی مشنریوں کی اسلام سے غیر مسلموں کو متنفر کرنے کی کوششیں جس قدر محیر العقول

ہیں، اس سے کہیں زیادہ حسرت انگیز۔ ہمارے حضرات علما کا باہم برسر پرخاش رہ کر اسلام کی اشاعت اور اصلی مدافعت سے غفلت برتنا بڑی زیادتی ہے۔ اگر فریق اوّل شب و روز اسلام کی تخریب میں مصروف کار ہے تو فریق ثانی کمالِ تغافل سے اسے نظر انداز کررہا ہے۔ **فیا للعجب**

مسیحی مبلغین کے حملوں کی حیثیت

سچ تو یہ ہے کہ اگر اسلام کی بنیاد حق و راستی کی مضبوط چٹان پر نہ ہوتی تو اسے مسیحی حملے کبھی کے نیست و نابود کرچکے ہوتے اور یہ بھی سچ ہے کہ اگر مسیحیت میں ایک شائبہ بھی معقولیت وراستی کا ہوتا تو ضرور اس کے حملے اسلام پر اس قدر مؤثر ہوتے کہ اسلام کو مدافعت کے بغیر چارہ نہ رہتا مگر اللہ کا شکر ہے کہ جہاں ایک طرف کامل حق و صداقت، معقولیت و اعتدالِ مجسم جلوہ فرما ہے، وہاں اس کے مقابلہ میں کامل غیر معقولیت و بے بنیاد و بے سروپا روایات کا مجموعہ ہے اور عیسائی مشنریوں نے اپنی نازک پوزیشن کو پوری طرح سے محسوس کرکے اپنے دفاع کا یہی طریقہ نکالا ہے کہ فریق مخالف پر ہر وقت اعتراض کرتے رہیں تاکہ اسے ان کے مذہب پر اعتراض کرنے کی فرصت ہی نہ ملے۔ لیکن ان کی وہی مثال ہے جو انجیل متی (باب ۷) میں صدوقیوں اور فریسیوں کی دی گئی ہے:

> ''تو کیوں اپنے بھائی کی آنکھ کے تنکے کو دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کے شہتیر پرغور نہیں کرتا، اور جب تیری آنکھ میں شہتیر ہے تو اپنے بھائی سے کیونکر کہہ سکتا ہے کہ لا تیری آنکھ میں سے تنکا نکال دوں۔ اے ریا کار! پہلے اپنی آنکھ میں سے تو شتہیر نکال، پھر اپنے بھائی کی آنکھ سے تنکے کو اچھی طرح سے دیکھ کر نکال سکے گا۔''

علما کی غفلت اور پادریوں کی جسارت

لیکن جس طرح ہمارے علما کرام کی غفلت شعاری اور بے اعتنائی عدیم المثال ہے، اسی طرح ان مشنریوں کی جسارتیں بھی روز افزوں ہیں۔ ہزارہا مسائل اسلام کے خلاف شائع کئے جاتے ہیں، اور نوجوان مسلمانوں اور فہمیدہ غیر مسلموں کے قلوب کو مسموم کیا جاتا ہے:

> ﴿وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَى أَوْلِيَاءِ هِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ﴾ (الانعام:۱۲۱)
>
> ''اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کے دل میں ڈالتے ہیں تاکہ یہ تم سے جدال کریں۔ اور اگر تم ان لوگوں کی اطاعت کرنے لگو تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ گے۔''

ادھر ہمارے علمائے کرام اور اربابِ قلم بالکل اس طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے اور اس عظیم الشان خطرہ کا مقابلہ اس کی طرف سے آنکھیں بند کرکے کرتے ہیں۔ خاکسار کو نہ تو علماے کرام کے زمرہ میں

داخلہ کا فخر حاصل ہے اور نہ ہی اربابِ قلم میں ہونے کا دعویٰ۔ مگر حسبِ حکم سید الکونین ہادیٔ برحق حضرت خاتم النّبیین ﷺ کے

مَنْ رَأى مِنكُمْ مُنكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الإِيْمَانِ (صحیح مسلم:۱۷۵، ترمذی:۲۱۷۲)

''تم میں سے جو شخص برائی دیکھے تو وہ اسے ہاتھ (قوت) سے ختم کرے، اگر اتنی استطاعت نہ ہو تو زبان سے (اس کے خلاف کلمہ حق بلند کرے) اور اگر اتنی بھی استطاعت نہ ہو تو پھر دل سے (برا جانے) اور یہ (آخری درجہ) سب سے کمزور ایمان ہے۔''

میں نے بھی یہ ارادہ کیا ہے کہ ان رسائل کا جو وقتاً فوقتاً عیسائی مشنریوں کی طرف سے شائع ہوتے رہتے ہیں، جواب دوں۔

﴿وَمَا تَوْفِيْقِىْ إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيْبُ﴾ (ہود:۸۸)

''میری توفیق اللہ کی مدد سے ہے اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں''

مشنریوں کے اکثر اعتراضات تو ایسے ہیں جن کی سخافت پہلی نظر ہی میں معلوم ہو جاتی ہے اور بعض ایسے بھی ہوتے ہیں (وقلیل ما ہم) جن میں منطقی مغالطے ہوتے ہیں اور بعض میں اُصولی غلطیاں ہوتی ہیں۔ اس لئے ہر اعتراض کے جواب کا علیحدہ طریقہ اختیار کیا جائے گا۔

حضرت مسیح کے الٰہی صفات سے متصف ہونے پر چودہ دلائل

سب سے پہلے رسالہ 'حقائق القرآن' کا جواب ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے، اس رسالہ میں محرر نے قرآنِ حکیم سے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت اور ان میں اُلوہی صفات کے اثبات کی کوشش کی ہے اور چند مغالطے دے کر نہایت عجیب وغریب نتائج اخذ کئے ہیں۔

مصنفِ رسالہ مذکور نے چودہ دلائل اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کئے ہیں جنہیں اگر بنظر غور دیکھا جائے تو وہ چند ایسی بنیادوں پر مبنی ہیں جو فی نفسہٖ بالکل فاسد اور نہایت گمراہ کن ہیں۔ اس لئے پہلے ہم ان کی بنیادی غلطی اس طرح ظاہر کریں گے کہ اس کے بعد ان شاء اللہ ہر دلیل پر علیحدہ علیحدہ جرح وقدح کرنے کی ضرورت ہی نہ رہے گی، اور ناظرین کو خود بخود معلوم ہو جائے گا کہ مصنف نے جس قدر دلائل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت کے قائم کئے ہیں، وہ سرتا سر غلط ہیں۔

معیارِ افضلیت

(۱) مصنف نے انبیا کی فضیلت کے تین معیار قرار دیئے ہیں:

① نسب ② صدورِ معجزات ③ بجسدِ عنصری آسمان پر چلے جانا

(۲) مصنف نے یہ فرض کیا ہے کہ کسی پیغمبر یا کسی بشر سے بعض معجزات کا صدور اس کی اُلوہی

صفات سے متصف ہونے کو مستلزم ہے۔

(۳) مصنف نے ساتھ ہی یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ مدارِ فضیلت اور حضرت عیسیٰ میں وجود صفاتِ اُلوہیت قرآنِ حکیم سے ماخوذ ہے۔

....

﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا﴾ (الکھف:۵)

''یہ تہمت بڑی بری ہے جو ان کے منہ سے نکل رہی ہے وہ نرا جھوٹ بک رہے ہیں''

سب سے پہلے ہم اس امر کو واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ قرآنِ حکیم نے کہیں بھی ان تینوں میں سے کسی ایک کو یا تینوں کو اکٹھا معیارِ فضیلت اور مدارِ فوقیت قرار نہیں دیا۔ ہم تمام پادری صاحبان کو چیلنج کرتے ہیں کہ ایک آیت بھی اس مضمون کی قرآنِ حکیم سے نکال کر دکھلائیں، تب اپنے دعویٰ کو آگے چلائیں۔ ﴿هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ (البقرۃ:۱۱۱) ان سے کہو کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی دلیل تو پیش کرو'

تمام انبیا کی تعلیم توحیدِ الٰہی ہے

حقیقت الامر یہ ہے کہ قرآنِ حکیم جہاں دیگر سب انبیا کی تعلیمات کا جامع ہے، وہاں ان پر مہیمن (نگران) اور ان کی تصحیح بھی کرتا ہے۔ یعنی مرورِ ایام سے جو نقائص اور شبہات مختلف انبیا کے متبعین کے عقائد اور عبادات و اعمال میں داخل ہو چکے ہیں اور اب انہیں انبیا کی تعلیمات کا جز تک خیال کیا جاتا ہے، قرآن ان کی اصلاح اور تصحیح کرتا ہے۔ اسی لئے سب سے پہلے اس نے یہ دعویٰ کیا کہ عقائد میں تمام انبیا کی تعلیمات کا مقصد و مآل واحد تھا اور وہ یہ کہ سب کے سب توحید اور عبادتِ الٰہی کی طرف بلاتے تھے اور وحی الٰہی سے ان کی رہنمائی کی گئی اور بینات یعنی دلائل و براہین ظاہرہ سے ان کی تائید کی گئی تاکہ وہ اپنی مشترکہ تعلیم یعنی توحیدِ الٰہی اور اُخوتِ بنی نوع انسان کو کماحقہ خدا کے بندوں تک پہنچا دیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

① ﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ﴾ (الحدید:۳)

''ہم نے اپنے رسولوں کو ظاہر دلائل کے ساتھ مبعوث فرمایا (اپنے بندوں کی ہدایت کیلئے)۔''

② ﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّيْنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَّإِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا﴾ (الاحزاب:۷)

''اور جب ہم نے سب انبیا سے وعدے لئے اور (ان میں سے بالخصوص) تم سے، نوح اور ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم سے وعدے لئے اور سب سے نہایت پختہ وعدہ لیا۔'' (کہ تم میری سچی تعلیم کو میرے بندوں تک پہنچا دو گے)

③ ﴿أُوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ آتَيْنَا هُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ﴾ (الانعام:۸۹)

''یہی گروہِ انبیا ہے جسے ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت عطا فرمائی۔''

④ ﴿إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَّالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَى وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا﴾ (النساء:۱۶۳)

''ہم نے تیری طرف وحی کی جس طرح کہ ہم نے نوح اور اس کے بعد کے انبیا کی طرف وحی کی اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل، اسحق اور یعقوب اور ان کی اسباط (اولاد) اور عیسیٰ ،ایوب، یونس، ہارون اور سلیمان علیہم السلام کی طرف وحی کی اور داود کو زبور عطا فرمائی۔''

⑤ ﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَّهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا﴾ (السجدة:۲۴)

''اور جب انہوں نے صبر کیا تو ہم نے ان میں سے کئی ایسے امام بنا دیے جو ہمارے حکم سے ان کی رہنمائی کرتے تھے۔''

⑥ ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ (الانبياء:۲۵)

''اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہ وحی کی کہ سوائے میرے اور کوئی معبود نہیں، پس میری ہی عبادت کرو۔''

⑦ ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَّالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ﴾ (الشوریٰ:۱۳)

''اس نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا، جس کا نوح کو حکم دیا اور جو ہم نے تیری طرف وحی کیا اور جس کا ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا کہ دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ اندازی مت کرو''

یعنی سب انبیا کی تعلیم کا مآل واحد ہے۔

⑧ چنانچہ سورۂ انبیاء میں تمام انبیاء کے اوصاف امتیازی کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا:

﴿إِنَّ هٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ﴾ (الانبياء:۹۲)

''یہ سب انبیا کی جماعت ایک ہی جماعت تھی (اور ایک ہی تعلیم کی حامل جس کا مآل یہ تھا کہ) میں ہی تمہارا پالنے والا ہوں پس میری ہی عبادت کرو۔''

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن حکیم نے انبیا کو فی الجملہ ایک جماعت ِحقہ اور ایک ہی اُمت ِقانتہ کے افرادِ حنیف اور انہیں تمام بنی نوعِ انسان کے لئے مقتدا اور پیشوا قرار دیا ہے۔ چونکہ انبیا تمام بنی نوع انسان کے لئے سرچشمہ ہدایت تھے، اس لئے ضروری تھا کہ وہ معصوم ہوتے۔ ورنہ اگر چشمہ ہدایت خود ہی گدلا ہوجائے تو اس سے اوروں کو کس طرح ہدایت ہوسکتی ہے۔ اگر اُسوہ (نمونہ) خود ہی خراب ہوجائے تو ان کے تابعین کس طرح کامل ہوسکتے ہیں۔ اس لئے جو شخص کمالِ انسانی کی لوگوں کو دعوت دے، اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود کمالِ انسانیت سے متصف ہو اور یہی دعویٰ قرآنِ حکیم نے فرمایا ہے اور اس دعویٰ کو سب سے پہلے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ہی دنیا کے سامنے علیٰ الاعلان پیش کیا

اور اس کی تائید میں سب سے پہلے اپنے آپ کو پیش کیا اور فرمایا:

﴿فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ (یونس:١٦)

میں تم میں نبوت کے دعویٰ سے پہلے ایک عمر (چالیس سال) رہا ہوں تو (کیا تم اس میں کوئی بھی ایسا اخلاقی نقص نکال سکتے ہو جو کمال انسانی کے منافی ہو؟)......کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟''

اس کا جواب جو دیا، اُسے مولانا حالؔی نے یوں نظم کیا ہے ؎

تیری ہر بات کا یاں یقین ہے
کہ بچپن سے صادق ہے تو اور امین ہے!

اس لئے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے وحی ربانی سے جہاں کہیں بھی انبیا کا ذکر کیا ہے تو ایسے الفاظ میں جیسے کہ ایک مقدس ذات کو مقدس آدمیوں کا کرنا چاہئے۔

انبیا کرام کے امتیازات

ہاں ان میں سب کے مخصوص امتیازات تھے جو مختلف اوقات پر بیان فرمائے گئے لیکن خاص خاص انبیا کی طرف خاص خاص صفات کو منسوب کرنے سے ان صفات کا دوسرے انبیا میں غیر موجود ہونا لازم نہیں آتا۔ مثلاً سورۂ مریم میں فرمایا:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا وَّرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ (٥٦،٥٧)

''نیز اس کتاب میں ادریس کا بھی ذکر کیجئے، بلا شبہ وہ سچا نبی تھا اور اس کو ہم نے بہت ہی بلند مقام تک اُٹھایا۔''

اور حضرت اسماعیلؑ کی نسبت فرمایا:

﴿إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا﴾ (مریم:٥٤)

''تحقیق وہ صادق الوعد تھا اور رسول اور نبی تھا۔''

پھر حضرت ابراہیمؑ کی نسبت فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (البقرۃ:١٣٥) ''اور وہ مشرک نہ تھا۔''

تو کیا اس سے نعوذ باللہ یہ لازم آتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ میں حضرت ادریسؑ کی سی راست بازی اور حضرت اسماعیلؑ کی سی صادق الوعدی نہ تھی یا حضرت ادریسؑ حضرت عیسیٰؑ سے بھی اوپر کے آسمان پر تھے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کے شرک کی نفی کہیں بھی قرآنِ حکیم میں مذکور نہیں لیکن حضرت ابراہیمؑ کی بار بار مذکور ہے تو اس سے نعوذ باللہ یہ لازم آتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ مشرک تھے؟ اگر مصنفِ 'حقائق قرآن' کی یہی منطق صحیح ہے تو ہم اس کے سوا کچھ نہیں کہتے:

﴿إِنْ يَّتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ﴾ (الانعام:١١٦)

''محض وہمی باتوں کی پیروی کرتے ہیں اور اٹکل پچو باتیں کرتے ہیں۔''

﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَّقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا﴾ (الکہف:۵) ''بہت ہی بڑی قبیح بات ہے جو ان کی زبانوں پر جاری ہے اور یہ سوائے صریح جھوٹ کے اور کچھ نہیں کہتے۔''

پس قرآنِ کریم میں کسی نبی کے چند مخصوص واقعات کو بطورِ فضیلت بیان کرنے سے یہ غرض ہرگز نہیں ہے کہ دیگر انبیا معاذ اللہ ایسے فضائل سے خالی ہیں۔ بلکہ ہر نبی کے واقعات خاص خاص مقاصد سے بیان ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سب نبیوں کے ایک ہی قسم کے واقعات بیان نہیں فرمائے۔

یہاں ان سب تفریقوں کی حقیقت بیان کرنے کا موقع نہیں ہے۔کیونکہ اصل مقصود 'حقائق القرآن' کے اعتراضات کا جواب ہے۔اس لئے ہم فقط حضرت عیسیٰؑ کو خاص الفاظ میں ذکر کرنے کی مصلحت مختصراً بیان کریں گے:

اسلام سے پہلے حضرت مریمؑ کے متعلق عیسائیوں کا عقیدہ

قرآن حکیم کے نزول سے پہلے یہود کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کے وارث ہیں۔اس لئے وراثتِ ارض کے فقط وہی مستحق ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو ناقابل نسخ اور آخری اور کامل ترین شریعت اور احکامِ الٰہی کا آخری ورق مانتے تھے۔اس لئے حضرت عیسیٰؑ کو نعوذ باللہ کذاب، دروغ گو، مفتری ملعون وغیرہ جانتے تھے اور ان کی ماں حضرت مریم علیہا السلام پر نہایت مکروہ تہمت لگاتے تھے چنانچہ ان کی خباثت کا یہ اثر ہوا کہ خود عیسائی بھی حضرت مریمؑ کی عفت و عصمت کے قائل نہ رہے اور جو بہت ہی پکے تھے، وہ بھی مشتبہ ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

چنانچہ مشہور مؤرخ گبن اپنی شہرۂ آفاق کتاب Decline and Fall of Roman Empire (سلطنتِ روما کا عروج و زوال) کے بابِ اوّل میں لکھتے ہیں:

''حضرت مریمؑ کی عفت و عصمت کا اور زنا سے براءت کا خیال سب سے پہلے حضرت محمد ﷺ کو آیا۔ اور انہوں نے بڑے زور سے حضرت مریمؑ کی براءت کی اور انہیں 'عفیفۃ' اور 'صدیقۃ' قرار دیا اور زنا کی تہمت سے بچانے کے لئے انہیں 'مؤید من روحِ القدس' بتلایا۔

چنانچہ کروسیڈ (صلیبی جنگوں) کے دوران جب یہ تصور (یعنی استقرارِ حمل بلامس) یورپ میں آیا تو سینٹ برنارڈ نے اسے ایک بدعت سمجھ کر مسترد کر دیا۔''

کیونکہ وہ یہ خیال کرتا تھا کہ حضرت مریمؑ کے ساتھ حضرت جبریلؑ نے مباشرت کی تھی جس سے استقرارِ حمل ہوا (نعوذ باللہ)۔اور اس کی تائید انجیل متی باب اوّل ۱۸/۱ [۱] سے بھی ہوتی ہے۔

(۱) اب یسوع مسیح کی پیدائش یوں ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہوئی تو ان کے اکٹھے آنے سے پہلے وہ روح القدس سے حاملہ پائی گئی۔

لیکن لیکی اپنی کتاب Rationalism جلد اوّل میں لکھتے ہیں:

”صلیبی جنگوں کا ایک اثر یہ ہوا کہ (مسلمانوں کی دیکھا دیکھی) حضرت مریمؑ کی عفت وعصمت کا خیال یورپ کے عیسائیوں کے عقائد میں داخل ہوگیا اور تعجب تو یہ ہے کہ اس اسلامی عقیدہ کے پہنچنے سے پہلے یورپ میں عجیب عجیب خیالات موجزن تھے۔ بعض تو یہ کہتے تھے کہ ایک کبوتر نطفہ لے کر آیا اور اس نے حضرت مریمؑ کے کان میں ڈال دیا اور وہاں سے وہ سیدھا پیٹ میں سے ہوتا ہوا رحم میں پہنچ گیا اور استقرارِ حمل ہوگیا۔“

چشم بددور...... مسیحی بھیڑوں کے گلہ بان 'فزیالوجی' اور 'اناٹومی' میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔

اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ آنحضرت سرورِ عالم ﷺ کی بعثت سے پہلے تمام ادیان میں ایک فتورِ عظیم پیدا ہوچکا تھا اور مسلسل تحریفات نے تعلیماتِ الٰہیہ کو اس قدر مسخ کردیا تھا کہ سوائے نام کے ان میں کوئی بھی خوبی نہ رہی تھی۔ چنانچہ یہود تو سرے سے عصمتِ انبیا کے قائل ہی نہیں جیسا کہ ان کی موجودہ توریت سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور عیسائی بھی چونکہ ان کے پیرو تھے۔ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو 'ابن اللہ' مانتے تھے۔ اس لئے وہ بھی حضرت عیسیٰ وحضرت مریم علیہما السلام کی عصمت کے عقیدہ کو ضروری خیال نہ کرتے تھے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ ایسا عقیدہ سرے سے الہامی تعلیم کے اور حکمت ِبعثت انبیا علیہم السلام کے منافی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو جمیع مذاہب عالم کے لئے حکم عدل (عادل جج) بنا کر بھیجا تاکہ ان سب کے آپس کے اختلاف کو رفع کرکے جمیع ادیان اور جمیع بنی نوع انسان کو خداے واحد کی عبودیت کی لڑی میں پرو کر اُخوت ومساواتِ حقیقی قائم کرکے دنیا کو عدل وانصاف اور امن وسکون سے معمور کردیں۔ سب سے پہلے جو قضیہ آنحضرت ﷺ کے دربار میں پیش ہوا، وہ یہود ونصاریٰ کا ہی تھا:

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصَارٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتَابَ﴾ (البقرۃ: ۱۱۳)

”اور یہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ کا دین بے بنیاد ہے۔ اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہود کا دین بے بنیاد ہے، حالانکہ دونوں کو الہامی تعلیم کے حامل ہونے کا دعویٰ ہے۔“

حضرت عیسیٰؑ کے متعلق یہود کے الزامات اور عیسائیوں کی لاجوابی

اب یہود جیسا کہ پہلے تحریر ہوچکا ہے، عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت مندرجہ ذیل الزامات دھرتے تھے:

1. وہ حرامزادہ تھے اور حضرت مریمؑ زنا کی مرتکب ہوئیں۔ (ان کفریات سے اللہ ہمیں بچائے)
2. حضرت عیسیٰؑ جھوٹے اور مفتری تھے۔ نعوذ باللہ
3. حضرت عیسیٰؑ صلیب پر مرے اور توریت میں ہے کہ جو صلیب پر مرا، وہ ملعون ہوا۔ اس لئے

حضرت عیسیٰؑ کی موت لعنت کی موت تھی ، لہٰذا وہ من جانب اللہ نہ تھے۔ نعوذ باللہ

عیسائی پہلے اور تیسرے اعتراض کا کوئی جواب نہیں دیتے تھے اور جیسا کہ گبن اور لیکی و دیگر مؤرخین کا خیال ہے کہ وہ دبی زبان سے اس کا اعتراف بھی کرتے تھے۔

اور دوسرے اعتراض کے جواب میں کہتے تھے کہ وہ ابن اللہ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے الہامِ الٰہی کی تائید سے ان سب تنازعات کا خاتمہ فرمادیا اور دونوں فریقوں کو کاذب ٹھہرا کر یوں فیصلہ صادر فرمایا۔

اسلام ہی نے یہود کی تکذیب و تردید کی

اپنے بھائی عیسیٰ علیہ السلام کی براءت کرتے ہوئے نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہود جھوٹے ہیں، کیوں؟

اوّل: حضرت مریم علیہم السلام بالکل عفیفہ اور زنا کی تہمت سے بالکل پاک تھیں۔ اس ضمن میں ان کا بغیر تقرب، بحالتِ دوشیزگی حاملہ ہونا، روح القدس سے مؤید ہونا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر سب آ گئے ہیں۔ اس میں نہ کوئی حضرت مریمؑ کا اور نہ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شرف ہے اور نہ ہی قرآنِ حکیم کا یہ مقصد[۲] تھا۔ بلکہ یہ محض اللہ تعالیٰ کی کمالِ قدرت اور حضرت مریمؑ کی بریت کا اظہار تھا۔ علیٰ ہذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا 'تکلم فی المہد' بھی محض اپنی والدہ کی بریت کے لئے تھا نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شرف و بزرگی کے لئے۔

دوم: حضرت عیسیٰؑ مفتری و کذاب نہ تھے بلکہ خدا کے سچے رسول تھے۔ جو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے۔ اور ان کی موت لعنت کی موت نہیں بلکہ خدا نے ان کو کفار یہود کے ستم سے اور صلیب پر لعنت کی موت مرنے سے بچالیا۔

عیسائیوں کے دعویٰ اُلوہیتِ مسیح کو حضور سرورِ عالم ﷺ نے یوں مسترد فرمایا:

(۱) ﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا، أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا، وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمٰنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا﴾ (مریم:۹۰)

---

(۲) یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں بی بی آمنہ (والدۂ رسول اللہ ﷺ) کا ذکر نہیں ہے۔ کہاں وہ عفیفہ عورت جس پر فحش ترین الزام لگ چکا ہے اور کہاں وہ عورت جس کی پاک دامنی، عفت وعصمت، شرافت ونجابت اور حسب ونسب کے راگ گائے جاتے ہوں۔ ثانی الذکر عفیفہ خاتون کے لیے اشد ضروری تھا کہ صفائی کی جاتی اور قرآن کا ذکر بطورِ شہادت صفائی کے ہے ورنہ آج تک حضرت مریم معاذ اللہ فاحشہ متصور ہوتیں۔ جب کہ اول الذکر کا تذکرہ تحصیل حاصل ہوتا لہٰذا اس کا ذکر ترک کیا گیا اور یوں ذکر کا نہ ہونا کوتاہیٔ مراتب کی دلیل نہیں ہے۔ قرآن میں انجیل یا تورات کی طرح غیر متعلق واقعات اشخاص کی زندگیاں اور غیر ضروری اُمور وسوانح مندرج نہیں ہیں اور نہ ایسا ہونا کسی کتاب کی خوبی سمجھی جاتی ہے۔ قرآنِ کریم نے صرف انہیں واقعات کا تذکرہ کیا ہے جن سے کوئی انفرادی یا اجتماعی مقصد حاصل ہوتا ہے، لاحاصل مباحث سے ہمیشہ اجتناب فرمایا ہے۔

’’قریب ہے کہ آسمان ان کے اس افترا سے (کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے) پھٹ جائیں اور زمین شق ہوجائے اور پہاڑ دھڑام سے گر پڑیں، اس سے کہ انہوں نے خدا کے لئے بیٹا قرار دیا۔ حالانکہ اللہ کے لئے کسی طرح ہی شایان نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے۔‘‘

(۲) ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ، قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا، يَخْلُقُ مَايَشَاءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

’’بلاشبہ وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے۔ (اے پیغمبرؐ!) ان سے پوچھو کہ اگر اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم کو اور اس کی ماں (مریم) کو اور تمام موجوداتِ ارضی کو تباہ کرنے کی ٹھان لے تو کون آڑے آسکتا ہے اور زمین و آسمان اور ان کی مابین مخلوقات تو سب کی سب اللہ ہی کے لئے ہے، وہ جسے چاہے پیدا کرتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔‘‘ (المائدۃ:۱۷)

(۳) ﴿لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلّٰهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ﴾

’’مسیح علیہ السلام کو (اس امر میں) ہرگز عار نہیں ہے کہ وہ اللہ کا بندہ ہو اور نہ ہی مقرب فرشتے (اللہ کا بندہ ہونے میں عار سمجھتے ہیں۔)‘‘

ملائکہ مقربین کو بھی (ایسا بننے میں ہرگز عار نہیں ہے۔)‘‘ (النساء:۱۷۲)

(۴) ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ إِلَّا اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾

’’بے شک کافر ہوئے وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ اللہ تینوں میں کا ایک ہے۔ حالانکہ سوائے اللہ واحد کے کوئی معبود نہیں ہے۔‘‘ (المائدۃ:۷۳)

(۵) ﴿مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَاْكُلَانِ الطَّعَامَ﴾ (المائدۃ:۷۵)

’’نہیں ہیں مسیح ابن مریمؑ مگر (اللہ کے) رسول۔ بے شک ان سے پہلے بھی رسول گذر چکے ہیں اور ان کی ماں ’صدیقہ‘ تھیں۔ وہ دونوں (ماں بیٹا عام انسانوں کی طرح) کھانا بھی کھاتے تھے (پھر کیسے اُلوہیت میں دخیل ہوگئے؟)‘‘

مؤخر الذکر بیان سے خود بخود اس عظیم الشان بہتان کی بھی وضاحت ہوگئی جو صاحبِ ’حقائق القرآن‘ نے یہ کہہ کر باندھا ہے کہ قرآنِ حکیم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اُلوہیت کی تائید کی ہے۔ اگر اربابِ بصیرت ان آیات پر جو ہم نے مشتے نمونہ از خروارے درج کی ہیں، غور کریں تو ان کو معلوم ہوجائے گا کہ اُلوہیتِ مسیح کی جس زور وشور سے قرآن حکیم نے تردید کی ہے، وہ اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ اور اگر پادری صاحب اسے تائید تصور کرتے ہیں تو ہم بڑی خوشی سے ان کو دعوت دیتے ہیں کہ آیئے۔ اور آپ بھی انہی الفاظ میں تائید اُلوہیت مسیح علیہ السلام کیجئے...... خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا، اب آمدم برسر مطلب......!

نبی ﷺ بحیثیت ایک عادل جج

اوپر کی تحریر سے صاف ظاہر ہوگیا کہ ہمارے سرورِ عالم ﷺ کی حیثیت بمنزلہ ایک جج کے ہے جو فریقین متخاصمین میں فیصلہ صادر کررہا ہو اور اس سے تورات کی وہ پیشین گوئی پوری ہوئی ۔

''وہ قوموں کے درمیان عدالت کرے گا۔''

اور انجیل یوحنا کی یہ پیشین گوئی بھی پوری ہوئی :

''لیکن جب وہ (یعنی روحِ حق) آئے گا تو وہ تمہیں سچائی کی راہ بتائے گا، اس لئے کہ وہ اپنی نہ کہے گا لیکن جو کچھ وہ سنے گا، سو کہے گا۔'' (یوحنا: باب ۱۶)

تو ہم اب یہ کہیں گے کہ اگر بفرضِ محال ان سب آیات کو حضرت عیسیٰ اور مریم علیہا السلام کے لئے مدارِ شرف ہی سمجھ لیا جائے تو پھر ہمارے حضرت سرورِ عالم ﷺ کے اُسوۂ اسلام کی نسبت کیا کہا جائے گا۔ جنہوں نے اس عدالتِ عالیہ کے حاکم اعلیٰ (چیف جج) کی حیثیت میں (جس کے روبرو تمام انبیا پیش ہو ہو کر اپنے اور اپنی قوم کے مابین قولِ فیصل کے طالب ہوتے ہیں) یہ فیصلہ صادر فرمایا ہے، جس کی بنا پر ہمارے نادان اور نافہم دوست حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اُلوہیت تک کا نتیجہ نکال رہے ہیں۔ جس عدالت کا منصف ملزم کو دنیا کے میزانِ امتیاز میں اس قدر بلند کرسکتا ہے، اس کے صدر نشین فیصلہ فرما کر رِفعت منزلت اور بلندیٔ مرتبت کے کس مقام پر ہیں، اس کا اندازہ کون نہیں کرسکتا؟ بجز ہمارے عیسائی مہربانوں کے جن کی آنکھوں پر تعصب کی مادرزاد پٹی بندھی ہوئی ہے ؎

سخن شناس نئی دلبر اخطا ایں جا ست

اور سوائے ان عیسائیوں کے دوسرا کون ایسا عقل کا پورا ہوسکتا ہے جو اس عدالت کے جج کی کم مرتبتی کا اس لئے قائل ہو کہ اس نے ایک شخص کے جرموں سے براءت کرتے ہوئے اپنی تعریف بھی بیچ میں کیوں نہیں کی۔ ؎ بریں عقل و دانش بباید گریست ؟

یا جو اس بات کا قائل ہو کہ بری شدہ شخص، جج سے اس لئے بہتر ہے کہ فیصلہ میں اس کا یا اس کی پیدائش کا ذکر تک نہیں۔ آنحضرت سرورِ عالم ﷺ کی ذات ستودہ صفات اس قدر کامل اور ارفع و اعلیٰ تھی کہ سخت سے سخت دشمن ہم عصر بھی اس پر لب کشائی کرنے سے قاصر تھا، چہ جائیکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات کہ ان پر اور ان کی والدہ پر چھ سو سال تک الزامات لگائے جاتے رہے۔ اور یہود عیسائیوں کو چیلنج دیتے رہے مگر عیسائیوں نے اس کا جواب تک نہ دیا۔ یہ فخر صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل تھا کہ جہاں آپ نے سابقہ انبیا کی عصمت پر لگائے گئے دھبوں کو صاف کیا وہاں آپؐ نے اپنی برتری کو اس چیلنج کے ساتھ پیش کیا :

﴿لَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ (یونس:۱۶)

میں تم میں ایک عمر نبوت سے پہلے بھی بسر کرچکا ہوں تو پھر کیا تم میری ساری زندگی پر غور نہیں کرتے کہ وہ کس قدر ارفع و اعلیٰ، مکمل و بے عیب ہے۔ بلحاظِ حسب ونسب، بلحاظ ذاتی اوصاف، دیانت وامانت، راست بازی وراست روی، عدل وانصاف، محبت ورحمت ورأفت، الغرض ہر پہلو سے تم اسے مکمل پاؤ گے تو پھر کیا آج تک کوئی ایسا برگزیدہ انسان گزرا ہے؟ تم جو دوسرے انبیا پر الزام دھرتے ہو تو آؤ مجھ میں بھی نقص نکالو۔ اس امر کی گواہی اس وقت کے تمام آدمیوں نے نہیں، اشجار واقمار تک نے دی کہ ایسا کامل انسان نہ آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا اور نہ ہی اس قدر کمال کا تصور قلبِ انسانی پر گذر سکتا تھا......!!

عیسائیوں کی ناشکر گزاری اور انصاف کشی

بعد ازاں اپنے تمام پیش رو انبیا پر یہود کی طرف سے لگائے جانے والے مختلف الزامات کی تردید کی اور چونکہ حضرت عیسیٰ وحضرت مریم علیہما السلام پر سب سے زیادہ الزامات تھے، اس لئے ان کی تردید کا اہتمام بھی زیادہ کرنا پڑا۔ عیسائیوں کو اس امر کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ ہمارے حضور سرورِ عالم ﷺ نے ان پر اس قدر احسانِ عظیم کیا کہ ان کے بنائے ہوئے خدا کے بیٹے کی براءت کی۔ اور اس کو معصوم قرار دیا اور اسے ابن اللہ کی ناروا جگہ سے بلند کرکے نبوت ورسالت کی ارفع واعلیٰ مسند پر بٹھایا۔ مگر یہ کم بخت اس قدر دشمن حق اور انصاف کش واقع ہوئے ہیں کہ اپنے حقیقی محسن ومربی کے شکر گزار ہونے کی بجائے اسی پر زبانِ طعن دراز کرتے ہیں: ﴿فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْتَتْرُكْهُ يَلْهَثْ﴾ (۷/۱۷۶)

کاش! کہ پادری لوگ عقل کے ناخون لیتے اور حق کو چھپانے کی کوشش نہ کرتے۔ (جاری ہے)

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

علمی مذاکرہ برموضوع 'قربِ قیامت کی پیش گوئیاں'

بروز اتوار ۲۶/ جنوری ۲۰۰۳ء ...... ۱۲ بجے دوپہر
بمقام دفتر ماہنامہ 'محدث': ۹۹ جے ماڈل ٹاؤن، لاہور

دابة الأرض، الملحمة العظمیٰ، یاجوج ماجوج، سونے کا پہاڑ وغیرہ کی تعبیر کرتے ہوئے کتاب وسنت اور ائمہ سلف کے افکار کی روشنی میں درست موقف اور منہج کیا ہونا چاہئے؟ مختلف مکاتبِ فکر کے نامور اہل علم اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ

تحقیق وتنقید
قسط نمبر۲

حافظ مبشر حسین لاہوری

توسّـــل واستعـــانت

مضمونِ ہذا کی پہلی قسط محدث (جولائی ۲۰۰۲ء، ص ۱۷تا ۳۳) میں شائع ہوچکی ہے۔ جس میں ''ندائے یارسول اللہﷺ! الاستعانة والتوسل'' (از احمد رضا بریلوی، محمد عبدالحکیم شرف قادری) نامی کتابچہ کے ان دلائل پر تبصرہ کیا گیا ہے جنہیں غیر اللہ سے استعانت اور ذواتِ صالحہ سے توسل کے اثبات کے لئے پیش کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں بغرضِ اختصار علماء و بزرگان کے اقوال وفرمودات سے صرفِ نظر کرتے ہوئے صرف قرآن وسنت سے پیش کردہ دلائل پر بحث کی گئی ہے۔ یاد رہے کہ اس مضمون کی پہلی قسط مولانا عبدالرحمن کیلانی نے تحریر کی تھی۔ آپ کی وفات کے بعد، یہ بحث ناقص ہونے کی وجہ سے شائع ہونے سے رہ گئی تھی، اب اس کے بقیہ دلائل کی تکمیل کی سعادت راقم الحروف حاصل کررہا ہے۔

واضح رہے کہ ائمہ سلف کے عقائد کی رو سے صرف تین طرح کا توسل مشروع ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کا توسل، اعمالِ صالحہ کا توسل اور زندہ صالح مؤمن سے دعا کروانے کا توسل۔ جبکہ ان علاوہ کسی ذات کو خواہ وہ زندہ ہو یا فوت شدہ، بطورِ ذات وسیلہ پیش کرنا ائمہ سلف جائز نہیں سمجھتے کیونکہ قرآن و حدیث اور عمل صحابہ سے اس مؤخر الذکر توسل کا کوئی جواز، ثبوت یا تائید نہیں ملتی مگر بریلوی حضرات ذواتِ صالحہ کے توسل کے قائل ہیں اور اسے ثابت کرنے کے لئے مصنف مذکور نے کچھ فرسودہ دلائل بھی پیش کئے ہیں جن کی قلعی پہلی قسط میں بھی کھولی جاچکی ہے جبکہ مذکورہ قسط میں بقیہ دلائل پر بحث کی گئی ہے۔

اسی طرح دوسرا مسئلہ یعنی 'استعانت من غیر اللہ' میں اہل حدیث اس بات کے قائل ہیں کہ مافوق الاسباب اُمور میں غیر اللہ سے مدد طلب کرنا 'شرک' ہے جبکہ ماتحت الاسباب امور میں کوئی حرج نہیں لیکن بریلوی حضرات اس کے برعکس غیر اللہ سے ہر طرح کے اُمور میں مدد طلب کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ قادری صاحب نے اس مسئلہ میں بھی بریلویوں کی ترجمانی کرتے ہوئے اس شرکیہ موقف کو عین توحید ثابت کرنے کی پوری کوشش فرمائی ہے۔

دیگر دلائل سے صرف نظر کرتے ہوئے سر دست اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ صاحب ِرسالہ نے توسل، سفارش، دعا، تبرک، آثار النبیؐ وغیرہ تمام چیزوں کو مشترک کرکے خلط ِمبحث کردیا ہے۔ مثلاً کسی

نیک صالح ومتقی بزرگ سے دعائے خیر کروانا شرعاً جائز ہے اور اس کے جواز سے کسی کو مجالِ انکار نہیں۔ لیکن صاحبِ رسالہ دعا کروانے کی دلیل ذکر کرکے اس سے توسل بذواتِ صالحہ کا جواز کشید کرنے لگتے ہیں جبکہ توسل بالذات اور نیک شخص سے دعائے خیر کروانے میں واضح فرق ہے جسے صاحبِ رسالہ قصداً نظر انداز کرجاتے ہیں۔

اسی طرح آنحضرتؐ کے جسم، لباس وغیرہ (آثار النبیؐ) سے صحابہ کرامؓ برکت حاصل کیا کرتے تھے اور یہ بات صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ نیز یہ عمل آپؐ کی زندگی تک خاص ومحدود تھا، مگر صاحبِ رسالہ اوّل تو یہ کمال دکھاتے ہیں کہ اس عمل تبرک کو 'توسل بالذات' ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر اس پر یہ طرفہ تماشہ کہ اسے آپؐ کی وفات کے بعد بھی قیامت تک کے لئے جائز قرار دینے لگتے ہیں۔ گویا اس طرح خلطِ مبحث کے ذریعے عام قارئین کو یہ باور کروایا جاتا ہے کہ غیر اللہ سے مدد طلب کرنا، ان کی ذات کو بارگاہِ خداوندی میں بطورِ وسیلہ پیش کرنا اور ان کی وفات کے باوجود انہیں مدد کے لئے پکارنا تو قرآن و سنت سے ثابت ہے! نعوذ باللہ من ذلك

صاحبِ رسالہ کی ان مغالطہ آفرینیوں اور فریب کاریوں کا اس سے پہلی قسط میں بھی پردہ چاک کیا گیا تھا اور اس قسط میں مزید کسر پوری کردی گئی ہے۔ البتہ ان کی باقاعدہ ترتیب قائم کرنے کی بجائے صاحبِ رسالہ کی ذکر کردہ ترتیب کے ساتھ ساتھ بحث کی تکمیل کی گئی ہے۔

دیگر دلائل کا جائزہ

صاحبِ رسالہ کے پیش کردہ باقی دلائل بھی کوئی علمی وقعت اور استنادی حیثیت نہیں رکھتے کیونکہ اکثر دلائل حددرجہ ضعیف اور صحیح نصوص سے متعارض ہیں جبکہ کچھ صحیح نصوص میں تحریفانہ ارتکاب سے غلط مفہوم ثابت کرنے کیسعیِ لاحاصل بھی کی گئی ہے، بہرطور ان دلائل کا ایک مختصر تجزیہ پیش خدمت ہے:

1. مذکورہ رسالہ کے صفحہ ۳۸ پر مرقوم ہے کہ

> حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: "أنزل الله عليّ أمانين: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ (ترمذی) ''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر دو تحفظ نازل فرمائے ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دے گا جب تک اے حبیبؐ! تم ان میں موجود ہو، (۲) اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینے والا نہیں جب تک وہ استغفار کرتے رہیں گے۔''
>
> پہلی آیت میں عذاب سے محفوظ رہنے کا وسیلہ نبی اکرم ا کی ذات کو اور دوسری آیت میں عمل استغفار کو قرار دیا گیا ہے۔''

وضاحت: ہم پہلے بھی واضح کرچکے ہیں کہ قادری صاحب اپنے دلائل پیش کرنے میں علمی خیانت کا

مظاہرہ کرتے ہیں۔ مذکورہ دلیل میں بھی یہ صورتِ حال ملاحظہ کی جاسکتی ہے کیونکہ امام ترمذیؒ نے اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے: "هذا حديث غريب وإسمعيل بن إبراهيم بن مهاجر يضعف في الحديث" ''یہ حدیث غریب ہے اور اسمٰعیل بن ابراہیم بن مہاجر کو روایتِ حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔'' علاوہ ازیں اس کی سند میں ابن نمیر نامی راوی بھی مجہول ہے۔ (تقریب)

لہٰذا جب اس روایت کی سند میں دو راوی ضعیف ہیں تو پھر اسے بطورِ دلیل پیش کرنا چہ معنی دارد؟ اپنے مطلب براری کیلئے کتب احادیث کی عبارتوں کو سیاق وسباق سے کاٹ کر پیش کرنا کوئی انصاف نہیں!

یہ بات بھی محل نظر ہے کہ مذکورہ دلیل سے یہ دعویٰ کیسے ثابت ہوتا ہے کہ ذواتِ صالحہ کو بطورِ وسیلہ پیش کرنا چاہئے! نہ ہی اس میں کوئی ایسی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کہا ہو کہ حضورﷺ کی ذات کو میرے دربار میں وسیلہ بنا کر پیش کرو اور نہ ہی حضورﷺ نے کوئی ایسی بات فرمائی ہے کہ میری ذات کو وسیلہ بناؤ! البتہ اس میں نبی کریمﷺ کی ذات کی برکات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جب تک حضور نبی کریمﷺ تمہارے اندر حیات ہیں، اس وقت تک ان کی ذات کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہیں بڑے اور فیصلہ کن عذاب سے دوچار نہیں کرے گا۔ اس لئے یہ بات نبی کریمﷺ کی ذات کے ساتھ خاص ہے لیکن آپ کی وفات کے ساتھ چونکہ آپ کی ذات مبارکہ کو اس دنیا سے منتقل کردیا گیا، اس لئے اب آپ کی ذات کو وسیلہ کیسے بنایا جاسکتا ہے؟

چنانچہ صحابہ کرامؓ آپؐ کی زندگی میں آپؐ کی ذاتِ بابرکات سے تبرک حاصل کیا کرتے تھے۔ لیکن اس تبرک کا سلسلہ بھی آپ کی وفات کے ساتھ منقطع ہوگیا۔ اس سلسلہ میں یہ بات واضح رہے کہ حضورﷺ کی ذات، آپ کے بال، پسینہ، لعاب اور لباس وغیرہ سے بھی صحابہ کرامؓ تبرک حاصل کیا کرتے تھے، لیکن یہ صرف آپؐ کے ساتھ خاص تھا۔ اسی لئے صحابہ کرامؓ نے آپؐ کے بعد کسی افضل سے افضل شخص کی ذات سے بھی برکت حاصل نہیں کی اور نہ ہی تابعین نے صحابہ سے اور تبع تابعین نے تابعین میں سے کسی کی ذات سے تبرک حاصل کیا!

تبرک اور توسل میں فرق

معلوم ہوتا ہے کہ قادری صاحب کو تبرک اور توسل میں فرق کا علم نہیں، اسی لئے وہ ایسے دلائل پیش کرتے ہیں جن کا تعلق تبرک سے ہے، توسل سے انہیں کچھ سروکار نہیں۔

دراصل تبرک کا تعلق صرف دنیاوی خیر وبرکت سے ہوتا ہے جبکہ توسل کا تعلق دنیا وآخرت دونوں سے ہوتا ہے۔ اسی طرح تبرک کا تعلق ذات سے ہوتا ہے جبکہ توسل کا تعلق صرف دعا سے ہوتا ہے۔ علامہ

شیخ محمد ناصر الدین البانیؒ اس بات کی وضاحت اس مثال سے کرتے ہیں کہ (التوسل: ص ۱۴۱)

''مسلمان کے لئے اسمائے حسنیٰ میں سے کسی نام کے وسیلے سے دعا کرنا جائز ہے مثلاً کسی دنیوی ضرورت، رزق میں وسعت یا اُخروی ضرورت، مثلاً جہنم سے نجات طلب کرنے کے لئے اس طرح دعا مانگے: یااللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف اس بات کا وسیلہ پیش کرتا ہوں کہ تو ہی اللہ ہے، ایک ہے، بے نیاز ہے تو مجھے شفا بخش یا تو مجھے جنت میں داخل فرما دے۔ اس طرح اسمائے حسنیٰ کے ساتھ وسیلہ پیش کرنے پر کوئی اعتراض نہیں کرسکتا لیکن جب کوئی مسلمان اللہ کے رسولؐ کے کسی اثر کے ساتھ تبرک حاصل کرے تو یہ جائز نہیں مثلاً یوں کہے کہ یا اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں تیرے نبی کے لباس، یا لعاب دہن یا بول و براز کا وسیلہ پیش کرتے ہوئے دعا کرتا ہوں کہ مجھے بخش دے یا میرے حال پر رحم فرما۔ جو شخص اس طرح کرے گا لوگ یقینی طور پر اس کے دین وعقیدہ ہی میں نہیں، بلکہ اس کی عقل وفہم میں بھی شک کریں گے۔''

معلوم ہوا کہ تبرک اور توسل میں فرق ہے، اسی فرق کی بنا پر اللہ کے رسول کی زندگی میں آپ کی ذات سے تبرک لیا جاسکتا تھا لیکن آپ کی ذات کو آپ کی زندگی میں یا وفات کے بعد بطورِ وسیلہ پیش کرنا درست نہیں۔

2 مذکورہ رسالہ میں حضرت ابوہریرہؓ کے حوالے سے یہ حدیث پیش کی گئی ہے کہ

''رُبّ أشعث مدفوع بالأبواب لو أقسم على الله لأبرّه''

بہت پراگندہ بالوں والے جنہیں دروازوں سے واپس کردیا جاتا ہے، اگر قسم دے کر اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا فرما دے۔'' (مسلم بحوالہ رسالہ مذکور ص:۳۸)

وضاحت: معلوم نہیں کہ صاحبِ رسالہ اس حدیث سے توسل بالذات کس طرح ثابت کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اس میں کسی ایسے بدعتی توسل کا اشارہ وکنایہ تک بھی نہیں! بلکہ یہ حدیث تو توسل بالذات کے خلاف ایک فیصلہ کن دلیل ثابت ہورہی ہے کیونکہ اس میں بغیر کسی واسطے اور وسیلے کے اللہ تعالیٰ کو پکارنے اور اللہ کو قسم دے کر دعا مانگنے کا ذکر ہے۔ پھر یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی قسم کو پورا فرما دیتے ہیں اور اللہ کی ذات اور صفات کے علاوہ غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے۔

قرآن وحدیث سے یہی مترشح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور نیک اعمال کا وسیلہ پیش کرکے دعا مانگی جاسکتی ہے اور تیسری صورت یہ ہے کہ کسی نیک شخص سے دعا کی درخواست کی جائے اور ان تینوں صورتوں میں سے پہلی صورت کی طرف اس حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔ جب کہ صاحبِ رسالہ کا دعویٰ یہ ہے کہ ذواتِ صالحہ کا وسیلہ بھی جائز ہے لیکن پیش کردہ دلیل مذکور میں اس دعویٰ کی کوئی تصدیق یا تائید نہیں ہوتی۔

کیونکہ 'دلیل' کہتے ہی اُسے ہیں جو دعویٰ کے عین مطابق ہو خواہ یہ مطابقت 'عبارة النص' سے ثابت ہو یا 'اشارة النص' سے یا دلالت کی دیگر اقسام میں سے کسی قسم سے۔ جبکہ مذکورہ دلیل قادری صاحب کے دعویٰ سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتی۔ اس لئے کہ ان کا دعویٰ تو یہ ہے کہ ذواتِ صالحہ کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے لیکن پیش کردہ حدیث میں ایسا کوئی لفظ اور اشارہ نہیں ہے کہ نیک لوگوں کا وسیلہ پکڑو! بلکہ حدیث میں تو نیک صالح لوگوں کی دعا کی قبولیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور نیک صالح سے دعا کروانے میں ہمیں کوئی اختلاف نہیں۔ دعا کروانے اور ان کا وسیلہ ازخود اختیار کرنے میں بڑا واضح فرق ہے۔

3 صاحبِ رسالہ نے اپنے موقف کے حق میں حضرت علی کی یہ روایت بھی پیش کی ہے کہ

"الأبدال يكونون بالشام وهم أربعون رجلا كلما مات رجل أبدل الله مكانه رجلا......"

''ابدال شام ہی میں ہوں گے۔ یہ چالیس مرد ہوں گے، ان میں سے ایک جب فوت ہوجائے گا تو اللہ تعالیٰ اس جگہ دوسرا مقرر فرما دے گا۔ ان کی برکت سے بارش دی جائے گی۔ ان کے وسیلے سے دشمنوں پر مدد طلب کی جائے گی اور ان کی بدولت اہل شام سے عذاب دفع کیا جائے گا۔'' (ایضاً: ص ۳۹)

وضاحت: صاحبِ رسالہ نے اس روایت کا اصل ماخذ ذکر کرنے کی بجائے محض مشکوٰۃ کے حوالہ پر اکتفا کیا ہے۔ بہرحال یہ روایت مختلف کتبِ احادیث میں الفاظ کے قدرے اختلاف سے مروی ہیں جبکہ ان میں سے کوئی ایک روایت بھی بسند صحیح ثابت نہیں۔ مثلاً مذکورہ روایت مسند احمد (۱/۱۱۲) میں حضرت علیؓ کے حوالے سے مروی ہے جبکہ حضرت علیؓ سے روایت کرنے والے شریح بن عبید ہیں اور اس شریح بن عبید کی حضرت علیؓ سے ملاقات ہی ثابت نہیں۔ دیکھئے السلسلة الضعيفة (۵۶۵/۶)

اس سے ملتی جلتی مسند احمد (۳۲۲/۵) میں ایک اور روایت بھی ہے مگر اس کی سند میں انقطاع ہے اور عبدالواحد بن قیس اور حسن بن ذکوان ضعیف راوی ہیں۔ نیز حسن بن ذکوان مدلس بھی ہے اور اس روایت میں اس کے سماع کی صراحت بھی مذکور نہیں۔ علاوہ ازیں شیخ محمد ناصر الدین البانیؒ نے اس روایت کو منکر قرار دیا ہے۔ (ایضاً ۳۴۰/۲)...... اسی طرح کی ایک روایت مجمع الزوائد (۶۳/۱۰) میں بھی ہے مگر وہ بھی ضعیف ہے جیسا کہ امام ہیثمیؒ رقمطراز ہیں کہ رواه الطبراني من طريق عمر والبزار عن عنبسة الخواص وكلاهما لم أعرفه" ''اسے امام طبرانی نے عمر اور بزار نے عنبسہ کے طریق سے روایت کیا ہے اور یہ دونوں میرے نزدیک مجہول ہیں۔''

اس مفہوم کی کئی اور روایات بھی مذکور ہیں مگر ان میں سے کوئی ایک بھی آنحضرتؐ سے بسند صحیح

ثابت نہیں۔ اسی لئے علامہ البانی مرحوم فرماتے ہیں کہ ”واعلم أن احاديث الأبدال لا يصح منها شيئ وكلها معلولة وبعضها أشد ضعفا من بعض“

”ابدالوں سے متعلقہ کوئی روایت بھی بسند صحیح ثابت نہیں بلکہ یہ تمام روایات معلول ہیں اور ہر ایک دوسری سے زیادہ ضعیف ہے۔“ (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو السلسلة الضعيفة ۲/ ۳۳۹ تا ۳۴۱)

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ

”أحاديث الأبدال والأقطاب، والأغواث والنقباء والنجباء والأوتار كلها باطلة على رسول اللهﷺ“ (المنار المنیف: ص ۱۳۶)

”ابدالوں، قطبوں، غوثوں، نقباء، نجباء اور اوتاروں کے بارے میں جتنی احادیث مروی ہیں، وہ سب کی سب اللہ کے رسول پر جھوٹ ہیں۔“ (کوئی ایک بھی صحیح نہیں)

امام سخاویؒ فرماتے ہیں کہ ”حديث الأبدال له طرق عن أنسؓ مرفوعا بألفاظ مختلفة كلها ضعيفة“ (المقاصد الحسنة: ص ۸)

”ابدالوں کے بارے میں حضرت انسؓ سے مختلف اسناد سے مرفوعاً حدیث مروی ہے جبکہ اس کی تمام سندیں کمزور ہیں۔“

امام سیوطیؒ نے ان روایات کو موضوع ثابت کرتے ہوئے اللآلئ المصنوعة في الأحاديث الموضوعة (۳۳۰ تا ۲/۳۳۲) اور ابن جوزیؒ نے الموضوعات (۳/۱۵۱) میں ذکر کیا ہے۔

اب قارئین خود ہی فیصلہ کرلیں کہ ایسی ضعیف، باطل اور من گھڑت روایات کی بنیاد پر کسی عمل کو دینی، شرعی اور جائز قرار دیا جاسکتا ہے؟

4 هل تنصرون وترزقون إلا بضعفائكم...... (ایضاً)

وضاحت: صاحبِ رسالہ اس روایت کا ترجمہ چھوڑ گئے ہیں پھر اس سے ملتی جلتی ایک روایت ذکر کرتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا:

ابغوني في ضعفائكم فإنما ترزقون أوتنصرون إلا بضعفائكم (رواہ ابوداود)

”تم اپنے ضعیفوں میں مجھے تلاش کرو کیونکہ تمہیں رزق اور مدد تمہارے ضعیفوں کی وجہ سے دی جاتی ہے۔“

مذکورہ روایت میں اجمال ہے کہ ”تمہارے ضعیفوں کی وجہ سے تمہاری مدد ونصرت کی جاتی ہے۔“ اس اجمال کی تبیین قادری صاحب نے تو یہ کی ہے کہ ”صالحین کا وسیلہ پیش کرنا بھی جائز ہے۔“ (ص: ۴۱)

جبکہ رسول اللہؐ نے اس اجمال کی تبیین اس طرح فرمائی ہے کہ

"إنما نصر الله هذه الأمة بضَعَفَتهم، بدعواتهم وصلاتهم وإخلاصهم"
(نسائی......حوالہ) ''اللہ تعالیٰ اس اُمت کے ضعفا کی دعاؤں، نمازوں اور اخلاصوں کی وجہ سے اس اُمت کی مدد فرماتے ہیں۔''

لہٰذا اللہ کے رسولؐ کے بیان سے ثابت ہوا کہ کمزوروں اور ضعیفوں کی دعاؤں کی وجہ سے اس اُمت کے دیگر افراد کی مدد ہوجاتی ہے جیسا کہ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ

"تاویل الحدیث أن الضعفاء أشد إخلاصا في الدعاء وأكثر خشوعا في العبادة لخلاء قلوبهم عن التعلق بزخرف الدنيا" (فتح الباری:۲/۸۹)
''اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ضعفا دعا کرنے میں زیادہ مخلص اور عبادت میں انتہائی خشوع وخضوع والے ہوتے ہیں کیونکہ ان کے دل دنیاوی چمک دمک سے خالی ہوتے ہیں۔''

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے اِن بندوں کی دعا جلد قبول کرلیتے ہیں۔اور کسی نیک صالح مسلمان سے دعا کروانے میں کسی کو اعتراض نہیں۔لہٰذا ان احادیث میں توسل بالذات کا کوئی ثبوت نہیں!

5 "إنه كان يستفتح بصعاليك المهاجرين" رواہ فی شرح السنۃ
''نبی کریم ﷺ فقراء مہاجرین کے وسیلے سے فتح ونصرت کی دعا مانگا کرتے تھے۔'' (ایضاً)

وضاحت: صاحبِ رسالہ کی پیش کردہ مذکورہ روایت مرسل (منقطع) ہے کیونکہ اس کا مرکزی راوی اُمیہ بن خالد ہے جس کی اللہ کے رسولؐ سے ملاقات ثابت نہیں لہٰذا جب یہ صحابی ہی نہیں تو اس کی مذکورہ روایت کس طرح قابل حجت تسلیم کی جاسکتی ہے؟ تفصیل کیلئے دیکھئے الاصابہ ۱/۱۳۳ اور الاستیعاب ۱/۳۸

علاوہ ازیں مذکورہ روایت کی سند میں سفیان اور ابواسحاق مدلس راوی ہیں اور محدثین کے نزدیک مدلس راوی کی روایت اس وقت تک قبول نہیں ہوتی جب تک کہ وہ اپنے سماع کی صراحت نہ کردے لیکن یہاں دونوں راویوں کا تصریح بالسماع مذکور نہیں، اس لئے یہ روایت قابل دلیل نہیں!

مزید برآں مذکورہ روایت کے ترجمہ میں 'وسیلے' کا لفظ صاحبِ رسالہ کا خودساختہ اضافہ ہے کیونکہ متن حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس کا معنی وسیلہ کیا جائے البتہ روایت کے مفہوم میں اجمال ہے کہ اللہ کے نبی فقیر مہاجرین کے ساتھ فتح طلب کیا کرتے تھے۔اس اجمال کی تفصیل گذشتہ روایات میں گذر چکی ہے کہ فقرا کی دعائیں چونکہ زیادہ قبول ہوتی ہیں، اس لئے ان دعاؤں کے ساتھ آپ فتح طلب کیا کرتے تھے نہ کہ ان کی ذات کا واسطہ دے کر! اس لئے اوّل تو یہ روایت ہی ضعیف ہے اور دوسری بات یہ کہ اگر اسے صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے تو اس میں توسل بالذات کا کوئی اشارہ نہیں۔

❻ حضرت علیؓ بن ابی طالب کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہؓ بنت اسد کے وصال پر حضورؐ سید عالمؐ نے حضرت اُسامہ بن زیدؓ، حضرت ابوایوب انصاریؓ اور ایک سیاہ فام غلام کو قبر کھودنے کا حکم دیا۔ جب لحد تک پہنچے تو حضور انورؐ نے بنفس نفیس لحد کھودی اور اپنے ہاتھوں سے مٹی نکالی، جب فارغ ہوئے تو اس قبر میں لیٹ گئے پھر یہ دعا مانگی ......''اللہ تعالیٰ زندگی اور موت دیتا ہے، وہ زندہ ہے، اس کے لئے موت نہیں، میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے، اپنے نبی اور مجھ سے پہلے نبیوں کے طفیل اس کی قبر کو وسیع فرما، بے شک تو سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔'' (رسالہ مذکورہ، ص:۴۴)

وضاحت: مذکورہ روایت المعجم الکبیر (۸۷۱) اور المعجم الاوسط (۱۹۱) وغیرہ میں موجود ہے، لیکن یہ روایت کئی وجوہات کی بنا پر قابل استدلال نہیں۔ مثلاً

① اس کی سند میں روح بن صلاح راوی متکلم فیہ ہے جسے دارقطنی اور ابن عدی وغیرہ جیسے کبار محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، اگرچہ حاکم اور ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے لیکن حاکم اور ابن حبان کا جرح وتعدیل میں متساہل ہونا معروف ہے۔ دیکھئے فتح المغیث (۳/۳۵۹) لسان المیزان (۱/۱۴) اس لئے یہ راوی ضعیف ہے۔

② علاوہ ازیں تعدیل کے مقابلے میں جرحِ مفسر موجود ہے، اور اُصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ جرح مفسر کو تعدیل پر ترجیح دی جائے گی۔

③ اس کے علاوہ سفیان ثوری مدلس راوی کے سماع کی صراحت بھی مذکور نہیں۔

④ نیز روح بن صلاح سفیان ثوری سے روایت کرنے میں منفرد ہے۔ اس لئے محدثین کے ہاں ایسی روایت قابل استدلال نہیں ہوتی۔ خود امام طبرانی نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے کہ

> ''اس روایت کو عاصم احول سے صرف سفیان ثوری نے روایت کیا ہے اور روح بن صلاح سفیان ثوری سے روایت کرنے میں متفرد ہے۔'' (المعجم الاوسط: ۱/۱۵۳)

⑤ سفیان ثوری ۱۶۱ھ میں فوت ہوئے جبکہ صلاح بن روح ۲۳۳ھ میں فوت ہوئے اور ان دونوں راویوں کے درمیان تقریباً چوہتر (۷۴) سال کا وقفہ ہے، علاوہ ازیں صلاح بن روح کے تعلّم حدیث کی پندرہ یا بیس سال کی عمر بھی ان میں داخل کریں تو یہ وقفہ ایک صدی کے قریب پہنچ جاتا ہے، اس لئے قوی امکان یہی ہے کہ روح بن صلاح کا سفیان ثوری سے سماع ثابت نہیں۔ اس کی مزید تقویت اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ ابن حبان اس راوی کے متعلق فرماتے ہیں کہ ''روح بن صلاح مصری اپنے ہم وطن لوگوں سے ہی روایت کرتا ہے۔'' (کتاب الثقات: ۸/۲۴۴) جبکہ سفیان ثوری کوفی ہیں۔ لہٰذا روح بن صلاح کا کوفہ جانا ثابت نہیں، اسی لئے امام مزی نے اسے سفیان ثوری کے شاگردوں میں شامل نہیں کیا۔ لہٰذا یہ

روایت مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر سخت ضعیف ہے۔

یہ روایت دیگر اسناد سے بھی مروی ہے لیکن ان میں سے کوئی سند بھی صحیح ثابت نہیں مثلاً مجمع الزوائد (۲۵۷/۹) کی سند میں سعدان بن ولید سابری مجہول راوی ہے۔ تاریخ مدینہ (۱۲۴/۱) کی سند میں قاسم بن محمد ہاشمی ضعیف (متروک) راوی ہے۔ اس کے علاوہ اسناد مرسل، منقطع اور معضل ہیں۔ لہٰذا ایسی کسی روایت کو بطور پیش کرنا کسی محقق عالم کو زیب نہیں دیتا۔

7 سواد بن قارب فرماتے ہیں کہ

> ''طیب ومکرم حضرات کے فرزند! آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام رسولوں سے زیادہ قریب وسیلہ ہیں۔ آپ اس دن میرے شفیع ہوں گے جس دن کوئی شفاعت کرنے والا سواد بن قارب کو کچھ بھی بے نیاز نہیں کر سکے گا۔'' (ایضاً ص:۴۵)

وضاحت: صاحبِ رسالہ نے اس روایت کے کسی بنیادی ماخذ کا حوالہ نہیں دیا بلکہ مختصر سیرۃ الرسول کا حوالہ دے کر اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کی ہے جبکہ اس روایت کی بھی کوئی سند صحیح ثابت نہیں مثلاً

پہلی سند: علي بن منصور عن عثمان بن عبدالرحمن الوقاص عن محمد بن كعب القرظي قال بينما عمر بن الخطابؓ ...... الخ (حاکم ۶۰۸/۳، دلائل النبوۃ للبیہقی ۲۵۲/۲، المعجم الکبیر ۱۰۹/۷، البدایۃ والنہایۃ ۳۰۹/۲، دلائل النبوۃ لابی نعیم ۳۱/۱، مجمع الزوائد ۲۵۰/۸)

☜ اس سند میں بقول امام ذہبی علی بن منصور مجہول راوی ہے اور عثمان بن عبدالرحمٰن بالاتفاق متروک (ضعیف) راوی ہے۔ ملاحظہ ہو السيرة النبوية للذهبي، صفحہ ۱۳۱

☜ علاوہ ازیں محمد بن کعب قرظی کی حضرت عمرؓ سے ملاقات ہی ثابت نہیں کیونکہ محمد بن کعب عمر فاروقؓ کی شہادت سے تقریباً تین عشروں بعد پیدا ہوئے ہیں۔ دیکھئے تقریب التہذیب ۶۲۵۷۔ لہٰذا جب یہ روایت ہی منقطع (ضعیف) ثابت ہوگئی تو پھر اسے بطورِ دلیل پیش کرنا چہ معنی دارد؟

☜ علاوہ ازیں مذکورہ محدثین مثلاً حافظ ذہبی، حافظ ابن کثیر، امام ہیثمیؒ نے اس روایت کو اپنی کتابوں میں ذکر کرنے کے بعد اس کے منقطع اور ضعیف ہونے کا بھی حکم لگایا ہے۔

دوسری سند: سعيد بن عبيدالله عن أبيه عن أبی جعفر محمد بن علي (الباقر) قال دخل سواد بن قارب السدوسي على عمر بن الخطاب ......الخ

(البدایۃ والنہایۃ: ۳۱۱/۲، فتح الباری: ۱۷۹/۷)

☜ اس سند میں موجود سعید بن عبیداللہ راوی کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، ملاحظہ ہو: الجرح والتعدیل: ۳۸/۴، میزان الاعتدال: ۱۵۰/۲، المغنی فی الضعفاء: ۳۸۰/۱

☜ علاوہ ازیں اس راوی کا والد عبیداللہ وصافی بھی سخت ضعیف ہے۔ اسے امام نسائی، ابن معین، ابوزرعہ، ابوحاتم وغیرہ محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو: میزان الاعتدال ۳/۱۷، الکامل ۴/۱۶۳۰، المجروحین: ۲/۶۳، تہذیب التہذیب: ۷/۵۵

☜ علاوہ ازیں ابوجعفر باقر کی حضرت علیؓ سے ملاقات بھی ثابت نہیں (دیکھئے سیر اعلام النبلاء: ۴/۳۸۶) لہٰذا یہ سند بھی ناقابل استدلال ہے۔

تیسری سند: زیاد بن يزيد بن بادويه أبوبكر القصري ثنا محمد بن تراس الكوفى ثنا أبوبكر بن عياش عن أبى إسحق عن البرآء قال بينما عمر ...... الخ

(تفسیر ابن کثیر: ۴/۱۶۷، دلائل النبوۃ للبیہقی: ۲/۲۴۸)

☜ اس سند کے دو راوی یعنی زیاد بن یزید اور محمد بن تراس مجہول ہیں۔ دیکھئے السيرة النبوية للذهبي ص ۱۳۰

☜ نیز ابوبکر بن عیاش کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہوگیا تھا۔ (تقریب: ۷۹۸۵) اور امام ابوحاتم کے بقول ابوبکر بن عیاش کا ابواسحاق سبیعی سے سماع مشکوک ہے۔ (العلل لابن ابی حاتم: ۱/۳۵، تہذیب: ۱۲/۳۷)

☜ علاوہ ازیں ابواسحاق سبیعی مدلس کے سماع کی صراحت بھی مذکور نہیں۔

مذکورہ روایت کی دیگر اسناد کی بھی یہی پوزیشن ہے لہٰذا یہ روایت ضعیف اور ناقابل احتجاج ہے۔

8 صاحبِ رسالہ توسل بالذات کے جواز میں ایک اور دلیل یہ لکھتے ہیں کہ

''حضورِ اکرم ﷺ طائف سے واپسی پر جِعرانہ تشریف فرما ہوئے، اس وقت قبیلہ ہوازن کے بچوں اور عورتوں میں سے چھ ہزار قیدی آپ کے ہمراہ تھے۔ اونٹوں اور بکریوں کا تو کوئی شمار ہی نہ تھا۔ ہوازن کا ایک وفد مشرف بہ اسلام ہوکر حاضر بارگاہ ہوا، انہوں نے درخواست کی کہ ہم پر احسان فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا: قیدیوں اور اموال میں سے ایک چیز پسند کرلو، انہوں نے عرض کیا، ہمیں قیدی محبوب ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: جو قیدی میرے ہیں یا بنوعبدالمطلب کے ہیں وہ تمہارے ہیں، باقی جو تقسیم ہوچکے ہیں ان کے لئے یہ طریقہ اختیار کرو......

(عربی متن کا ترجمہ صاحبِ رسالہ کے قلم سے ملاحظہ ہو)

''جب میں لوگوں کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھ لوں تو تم کھڑے ہوکر کہنا: ہم رسول اللہ ﷺ سے درخواست کرتے ہیں کہ مسلمانوں سے ہماری شفاعت فرمائیں اور مسلمان ہماری شفاعت رسول اللہ ﷺ سے کریں، ہمارے بیٹوں اور عورتوں کے حق میں تو میں تمہیں اس وقت عطا کردوں گا اور تمہاری سفارش کروں گا۔'' (ص:۴۶)

وضاحت: صاحبِ رسالہ نے اس واقعہ کو ذکر کرنے کے بعد اس کے بارے میں کسی طرح کا اظہارِ خیال نہیں فرمایا کہ وہ اس سے توسل بالذات ثابت کرنا چاہتے ہیں یا کچھ اور؟

البتہ رسالے کے عنوان "ندائے یارسول اللہ ﷺ! الاستعانہ والتوسل" کے مطابق نہ تو اس واقعہ سے ندائے یارسول اللہ ﷺ کا کوئی اثبات یا اشارہ ہے اور نہ ہی اس میں توسل کا کوئی لفظ ہے البتہ اس واقعہ میں آپؐ نے لوگوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ ''تم بھرے مجمع میں مطلوبہ قیدیوں کے مالکوں کے سامنے مجھ سے سفارش کرنے کی درخواست کرنا'' اور یہ سفارش کرنا کسی زندہ شخص کا کام ہے جو بالاتفاق جائز ہے جیسا کہ حدیثِ نبویؐ ہے کہ اشفعوا توجروا ''(جائز) سفارش کرو اور اجر حاصل کرو۔''

علاوہ ازیں آپ سے قیدیوں کی آزادی کے لئے استعانت طلب کرنے سے اگر صاحبِ رسالہ غیر اللہ سے استعانت کا جواز پیش کرنا چاہتے ہیں تو پھر بھی یہ دھوکہ اور فریب ہے اس لئے کہ اس واقعہ میں آنحضرت ﷺ سے تحت الاسباب امر میں استعانت طلب کی گئی ہے؛ نہ کہ کسی مافوق الاسباب امر میں۔ جبکہ محل نزاع بات تو یہ ہے کہ مافوق الاسباب معاملات میں بھی غیر اللہ سے استعانت طلب کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ صاحبِ رسالہ کے عقیدے کے مطابق مافوق الاسباب امور میں بھی غیر اللہ سے استعانت طلب کی جاسکتی ہے لہٰذا انہیں اپنے موقف کے مطابق کوئی صحیح دلیل پیش کرنا چاہئے تھا جبکہ مذکورہ واقعہ قطعی طور پر مافوق الاسباب اُمور میں سے نہیں ہے۔ لہٰذا ان کی یہ دلیل بھی ناکارہ ہے۔

9. صاحبِ رسالہ نے اپنے موقف میں ایک دلیل یہ ذکر کی ہے کہ

> ''امام طبرانی معجم صغیر میں راوی ہیں کہ حضرت اُمّ المؤمنین میمونہؓ فرماتی ہیں ...... انہوں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو خانہ میں تین مرتبہ لبیک کہی اور تین مرتبہ نصرت (تمہاری امداد کی گئی) فرمایا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں نے آپؐ کو تین مرتبہ لبیک اور تین مرتبہ نصرت فرماتے ہوئے سنا جیسے آپ کسی انسان سے گفتگو فرما رہے ہوں۔ کیا وضو خانے میں کوئی آپ کے ساتھ تھا؟ آپؐ نے فرمایا: یہ بنوکعب کا رِجز خواں مجھے مدد کے لئے پکار رہا تھا اور اس کا کہنا ہے کہ قریش نے ان کے خلاف بنوبکر کی امداد کی ہے۔ تین دن کے بعد آپؐ نے صحابہ کو صبح کی نماز پڑھائی تو میں نے سنا کہ رِجز خواں اشعار پیش کررہا تھا۔''
>
> اس کے بعد قادری صاحب یہ نتیجہ سپردِ قلم فرماتے ہیں کہ ''یہ بھی صحابی ہیں جنہوں نے تین دن کی مسافت سے بارگاہِ رسالتؐ میں فریاد کی اور ان کی فریاد سنی گئی۔'' (ایضاً ص ۴۷،۴۸)

وضاحت: سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ آیا یہ واقعہ سند کے اعتبار سے صحت کے اس معیار پر پورا اترتا ہے کہ اس سے استدلال کیا جائے؟ تو عرض ہے کہ اس کا جواب نفی میں ہے یعنی اس کی سند میں ایسی

علّتیں ہیں کہ محدثین کے ہاں یہ کسی صورت بھی قابل استشہاد نہیں مثلاً:

① امام ہیثمیؒ اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد رقم طراز ہیں کہ

"رواه الطبراني في الصغير والكبير وفيه يحيىٰ بن سليمان بن نضلة وهو ضعيف" (مجمع الزوائد:۶/۱۶۴) ''اسے امام طبرانی نے المعجم الکبیر اور المعجم الصغیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں یحییٰ بن سلیمان نامی راوی ضعیف ہے۔''

② امام ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے بھی اس راوی پر کلام کیا ہے۔ ملاحظہ ہو میزان الاعتدال: ۴/۳۹۲ اور لسان المیزان: ۶/۲۶۱

③ اس کی سند میں محمد بن عبداللہ نامی راوی کے بارے میں امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ لا یعرف (میزان الاعتدال: ۳/۸۳) یعنی یہ راوی مجہول ہے اور مجہول راوی کی روایت ضعیف کہلاتی ہے۔

④ اس کی سند میں محمد بن نضلہ نامی راوی کے حالات کتبِ رجال سے نہیں ملتے لہٰذا یہ بھی کوئی مجہول راوی ہے۔

یہاں دو باتیں مزید قابل غور ہیں۔ ایک تو یہ کہ عمرو بن سالم خزاعی کی نبی کریم ﷺ کے پاس مدینہ منورہ آ کر قریش کے ظلم کے خلاف مدد کی درخواست کرنا دیگر صحیح روایات سے ثابت ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: فتح الباری: ۷/۵۱۹، ۵۲۰، مصنف عبدالرزاق: ۵/۳۷۴، البدایۃ والنہایۃ: ۴/۳۰۹، ۳۱۰)

البتہ جن روایات میں یہ اضافہ مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں ہی عمرو کی پکار سن کر نصرت، نصرت کے کلمات بیان فرمائے، ان میں سے کوئی روایت بسند صحیح ثابت نہیں لہٰذا یہ اضافہ ناقابل قبول ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر بالفرض ان روایات کو بھی صحیح تسلیم کرلیا جائے تو پھر بھی قادری صاحب کا مقصود اس روایت سے حاصل نہیں ہوتا کیونکہ اسے نبی کریم ﷺ کا معجزہ قرار دیا جائے گا کہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ ہی میں بغیر کسی ظاہری واسطہ کے عمرو کی بات سنوا دی اور یہ معجزہ آپؐ کی حیاتِ مبارکہ تک محدود تھا۔ اب اس سے دلیل پکڑنا جہالت یا علمی خیانت ہے!

نیز آپ کا بنوخزاعہ والوں کی مدد فرمانا بھی تحت الاسباب اُمور سے تعلق رکھتا ہے اور جب سائل آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے قریشِ مکہ کی عہد شکنی اور ظلم و جور کے خلاف بنوخزاعہ کی اخلاقی مدد کرتے ہوئے مکہ کی طرف پیش قدمی فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو فتح نصیب فرمائی۔

آپؐ چونکہ اپنی زندگی میں ظلم و جور، فتنہ و فساد اور کفر و شرک برداشت نہیں کرسکتے تھے، اس لئے آپؐ نے اس ظلم کے بدلے کے لئے ظاہری اسباب کو بروئے کار لاتے ہوئے حتیٰ المقدور تگ و دو فرمائی لیکن آپؐ کی وفات کے بعد تو کسی صحابیؓ نے بھی آپ کو مدد کے لئے نہیں پکارا، آپ کی ذات کو وسیلہ

نہیں بنایا، نہ آپؐ کی قبر پر آ کر استعانت کی فریاد کی، اس لئے کہ صحابہ کرامؓ بخوبی جانتے تھے کہ ہر انسان کے فوت ہوجانے پر اس ظاہری دنیا سے اس کا تعلق منقطع ہوجاتا ہے، لیکن ان قادریوں کو یہ بات کون سمجھائے! اِنَّكَ لَاتَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ

(10) قادری صاحب نے نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد آپؐ سے مدد مانگنے کے حوالے سے یہ واقعہ بھی ذکر کیا ہے کہ ''حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا پاؤں مبارک سوگیا:

"فقال له رجل: اذكر أحب الناس إليك فقال يامحمدؐ! فكأنما نشط من عقال"
ایک شخص نے انہیں کہا کہ اس ہستی کو یاد کرو جو تمہیں تمام انسانوں سے زیادہ محبوب ہو، انہوں نے کہا: یامحمدؐ! وہ اسیوقت بھلے چنگے ہوگئے، گویا قید سے آزاد کردیئے گئے ہوں۔'' (ایضاً ص ۵۳،۵۴)

وضاحت: گذشتہ ضعیف روایات کی طرح موصوف کی پیش کردہ یہ روایت بھی سخت ضعیف ہے۔ اس روایت کو امام بخاری نے الادب المفرد باب مايقول الرجل اذا خدرت رجله (۹۶۴) میں اور ابن السنی (۱۶۸ تا ۱۷۲) نے مختلف طرق سے روایت کیا ہے جبکہ ان تمام طرق (اسناد) کا مرکزی راوی ابواسحٰق سبیعی ہے جو مدلس راوی ہے اور آخری عمر میں انہیں اختلاط بھی ہوگیا تھا (دیکھئے تہذیب التہذیب اور تقریب بذیل عمرو بن عبداللہ) اور محدثین کے ہاں یہ قاعدہ ہے کہ مدلس راوی کی مُعَنْعَن روایت قبول نہیں ہوتی۔ لہٰذا یہ روایت بھی ضعیف ہے۔

توسل بالذات کے جواز کے لئے صاحبِ رسالہ کی پیش کردہ احادیث کی کمزوری اور استدلال کی غلطی تو بخوبی واضح ہوچکی ہے۔ اس لئے ہم مذکورہ رسالہ میں پیش کردہ مختلف اہل علم کے دیگر اقوال اور اقتباسات پر بحث سے بغرضِ اختصار صرفِ نظر کرتے ہیں جنہیں موصوف نے سیاق وسباق سے کاٹ کر مختلف مقامات پر بطورِ دلیل پیش کیا ہے۔ وما علينا الا البلاغ

محدث کے خریداران سے ضروری گزارش: محدث کے زرِسالانہ کی تجدید کیلئے جن خریداران کو یاددہانی خطوط ارسال کئے گئے ہیں، وہ جلدازجلد اپنا زرِتعاون بھیج دیں، بالخصوص ایسے خریداران جن کو محدث کے سابقہ شمارہ 'فتنۂ انکارحدیث' کے حوالے سے زرِسالانہ کی ادائیگی کے لئے خطوط ارسال کئے گئے، لیکن ابھی تک ان کی طرف سے زرِسالانہ کی رقم موصول نہیں ہوئی۔ یاددہانی کی عدم پیروی کی صورت میں ان کے نام ڈاک فہرست سے بادلِ نخواستہ کاٹنے پر ہم مجبور ہوں گے۔ ادارہ

محدث کا فتنۂ انکارِ حدیث نمبر: محدث کا سابقہ شمارہ 'فتنۂ انکارحدیث' پرخصوصی اشاعت تھا۔ اس شمارے کو علمی وفکری حلقوں میں بڑی پذیرائی ملی اور اس پر ملکی دینی رسائل وجرائد (روزنامہ نوائے وقت ہفت روزہ الاعتصام، ہفت روزہ اہل حدیث، ماہنامہ ترجمان القرآن، ماہنامہ الشریعہ، ماہنامہ نقیب ختم نبوت اور ماہنامہ حکمتِ قرآن وغیرہ) میں تعریفی تبصرے بھی شائع ہوچکے ہیں۔ یہ شمارہ محدود تعداد میں

دین وشریعت

پروفیسر نوید احمد شہزاد☆

تعددِازواج ...... جواز وحکمت

عصر حاضر کے تقاضوں کی روشنی میں!

زیرنظر مقالہ میں تعددِازواج کی حکمتوں میں اگرچہ جنسی ضرورتوں کو زیادہ اُجاگر کیا گیا ہے، کیونکہ عام لوگ نکاح کو صرف ایک جنسی ضرورت ہی سمجھتے ہیں، حالانکہ اسلام میں 'نکاح' خاندانی نظام کی بنیاد ہے جو مہذب معاشرہ کی بنیادی اکائی ہے۔ اگر کوئی صاحب نکاح (شادی) اور سفاح (معاشقہ) کے دیگر پہلوؤں بالخصوص سماجی پہلوؤں پر بھی قلم اُٹھائے تو آج اس کی بڑی اہمیت ہے۔ مغربی معاشرے اسی فرق کو ملحوظ نہ رکھنے کی بنا پر 'سفاح' (جنسی بے راہ روی) کو اختیار کرکے خاندانی ادارہ کو تباہ کر بیٹھے ہیں۔ (محدث)

دنیا میں اس وقت دو زبردست مگر متضاد رجحانات بے حد مقبول ہیں: ایک طرف اس عالم رنگ وبو میں ایسے عوامل اور محرکات میں روز بروز اضافہ ہورہا ہے، جو کہ نفس انسانی کو جنسی طور پر ہیجان زدہ کررہے ہیں۔ عریاں تصاویر، بلیو پرنٹس، گندی فلمیں، تفریح کے نام پر عیاشی اور اس جیسا لٹریچر دھڑا دھڑ نوخیز نسل میں تیزی سے پھیل رہا ہے۔ خاتونِ خانہ کو پردے سے نکال کر بے حجاب کردیا گیا ہے، اب بنت ِحوا عریاں رہنے کو ترقی اور جدت پسندی سمجھتی ہے۔ اس عریانی اور فحاشی کے دیگر اثرات کے علاوہ سب سے بڑا اثر (Effect) یہ ہے کہ آدم کے بیٹے نفسانیت اور ہوس پرستی کے پتلے بنتے جارہے ہیں۔ شہوانیت کا بھوت ان کے سروں پر چڑھ کر ناچ رہا ہے۔ اوران کیلئے صرف ایک ہی شریک ِحیات Life Partner تک محدود رہنا ناکافی ہوچکا ہے۔ دوسری طرف شادی کے مقدس بندھن سے تنفر بڑھتا جارہا ہے۔ اسے آزادی کے راستے میں رکاوٹ سمجھا جارہا ہے۔ اور اگر شادی ہے بھی تو صرف ایک بیوی تک محدود ہونے (Monogamy) کا رجحان ہے، ایک سے زائد بیویاں رکھنے کا تصور دنیا میں تیزی سے زوال پذیر ہے۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا اس رجحان کی یوں عکاسی کرتا ہے:

> "Industrilization, Mass education and the general prestigue of westren ways throughout the premodren world causing polygamy to wane" (1)

> ''صنعتی ممالک، ذرائع معلوماتِ عامہ اور مغربی ممالک کا عمومی ٹھہراؤ اور پوری دنیا میں جدید تر رجحانات کے تحت تعددِ ازواج کا رجحان زوال پذیر ہے۔''

وحدتِ زوج کا تصور نہ صرف ترقی یافتہ ممالک میں رواج پذیر ہے بلکہ دنیا کے دیگر بڑے مذاہب بھی بالعموم اسی تصور کے حامل ہیں، موجودہ عیسائیت اور ہندومت کے متعلق انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں ہے:

> "Monogamy..... as prevails in the roman catholic and Hindue prescriptions for marriafe"(2)

''رومن کیتھولک اور ہندو صرف ایک بیوی کی اجازت دیتے ہیں ......''

درج بالا دونوں تصورات متضاد ہیں، ایک طرف ہیجان خیزی اور مقوی راغبانہ محرکات دوسری طرف شہوت سے مغلوب مرد کے لئے صرف ایک بیوی تک محدود رہنا، حالانکہ اگر ایک سے زیادہ بیویوں کی اجازت ہو تو یہ مسئلہ جائز اور فطری صورت میں بھی حل ہوسکتا ہے، مگر ایسا نہیں ہے۔ جس کا نتیجہ یہی ہے کہ نفس پرست لوگ ایک بیوی سے بڑھ کر حرام کاری کرتے ہیں، اور اب تو اسے نام نہاد ترقی یافتہ ممالک میں کوئی عیب بھی شمار نہیں کیا جاتا۔ نفسانی آوارگی کے جو معاشرتی، اخلاقی، جسمانی اور روحانی نقصانات ہیں، وہ مسلمہ ہیں مگر وہ اپنی جگہ ایک الگ موضوع ہے، افسوس ناک امر یہ ہے کہ ہمارے ہاں مسلمان کہلانے والے بعض جدت پسند ایسے بھی ہیں جو اہل مغرب سے مرعوبیت میں حقائق کا ادراک کیے بغیر فرنگیوں وغیرہ کی نقالی ہی کا سوچتے ہیں۔ یہ لوگ جو بزعم خویش اپنے آپ کو حقوقِ انسانی کے دعویدار بھی سمجھتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ تعددِ ازواج سے عورتوں کے حقوق پر زد پڑتی ہے، کبھی ان کو مردوں کی بالادستی نظر آتی ہے، کبھی مرد کو چار اور عورت کو ایک تک محدود کرنا ان کو غیر مساویانہ لگتا ہے اور کبھی تعددِ ازواج کو یہ ترقی کی راہ میں حائل سمجھتے ہیں۔ مزید برآں ایک اور طبقہ جو اسلام کے مسلمہ اُصولوں کی نفی کرکے اسلام سے غداری کا 'فریضہ' سرانجام دے رہا ہے، وہ تعددِ ازواج کے مسئلے کو اس بنا پر ردّ کرتے ہیں کہ یہ ان کی خام عقل کے موافق نہیں ہے، اس بارے میں آیاتِ قرآنی کی تاویلات اور احادیثِ صحیحہ کا انکار کیا جاتا ہے۔ ایک سرکردہ منکرِ حدیث مسٹر پرویز لکھتا ہے کہ

> ''قرآن میں وحدتِ زوج (یعنی ایک وقت میں ایک بیوی) کا اُصول بیان ہوا ہے۔ ایک کی موجودگی میں دوسری نہیں لائی جاسکتی۔ باقی رہی سورۃ النساء کی آیت جس میں ایک سے زائد نکاح کرنے کا ذکر ہے تو یہ جنگ وغیرہ کے نتیجے میں بیواؤں اور یتیموں کی کثرت ہوجائے تو ایسے معاشرتی حالات کی مجبوری کے ساتھ مشروط ہے۔''(۳)

الغرض اس مسلمہ حقیقت کا انکار کیا جاتا ہے کہ ایک سے زیادہ بیویاں ایک مرد نہ رکھے اور اس معاملے کا منفی انداز میں ڈھونڈرا پیٹا جارہا ہے، حالانکہ یہ محض خام خیالی ہے۔ حقیقت کیا ہے؟ آیئے قطعی دلائل کی روشنی میں اس مسئلے کا جائزہ لیتے ہیں ......

تعددِ ازواج کا تاریخی پس منظر

سب سے پہلے ہم یہ واضح کئے دیتے ہیں کہ تعددِ ازواج کا انکار فقط دورِ حاضر کا ایک فتنہ ہے، وگرنہ خاتم النّبیین ﷺ کی بعثت سے ہزاروں سال قبل بھی اللہ کی طرف سے آدمؑ کے بیٹوں کو ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی اجازت تھی۔ مختلف جلیل القدر پیغمبروں اور اُمم سابقہ کے حالات کا مطالعہ کرنے سے

معلوم ہوتا ہے کہ پہلی اُمتوں اور سابقہ شرائع میں تعددِ ازواج کی باقاعدہ اجازت تھی اور اس پر عمل بھی تھا۔

سابقہ انبیآء کے ہاں کثرتِ ازواج

سیدنا نوحؑ کی شریعت میں مردوں کو ایک سے زائد نکاح کی اجازت تھی، اولادِ نوحؑ میں لَمَك ایک ایسا شخص تھا، جس کی بیویوں کا ذکر بائبل میں ہے، ملاحظہ فرمائیے:

''اور لمک دو عورتیں بیاہ لایا، ایک کا نام 'عدہ' اور دوسری کا نام 'ضلہ' تھا۔''(۴)

یاد رکھئے کہ بائبل کے مندرجات غیر مسلم اہل کتاب کے لئے سب سے معتبر حوالہ ہیں، ان کو اپنا موجودہ قانون اس تناظر میں دوبارہ دیکھنا چاہیے۔

ابراہیمؑ خلیل اللہ جو کہ محمد ﷺ فداہ أبي وأمي کے جدِامجد ہیں اور یہود ونصاری دونوں کو دعویٰ ہے کہ ہم آلِ ابراہیم ہیں، بلکہ اپنے تئیں دونوں اُنہیں اپنا ہم مذہب قرار دیتے ہیں؛ جاننا چاہیے کہ ابوالانبیا نے چار نکاح کیے تھے، حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کی دوسری بیوی حضرت حَاجِرَ قبطیہ مصریہ کے بطن سے ان کی اولاد میں سب سے پہلے حضرت اسماعیلؑ پیدا ہوئے، پھر ان کی پہلی بیوی حضرت سارہ کے بطن سے حضرت اسحٰق پیدا ہوئے ......قنطورا کے علاوہ حجون بنت امین سے بھی عقد کیا۔''(۵)

درج بالا عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ حَاجِرَ وسارہ ایک ہی وقت میں سیدنا ابراہیمؑ کے نکاح میں رہیں۔ ابراہیمؑ کے حَاجِرَ وسارہ سے نکاح کی تائید بائبل کی کتاب پیدائش کے باب نمبر ۱۶ کی آیت نمبر ۲ سے بھی ہوتی ہے، جہاں مذکورہ واقعہ ذکر ہے، اگرچہ بائبل حَاجِر کو لونڈی شمار کرتی ہے۔

بنی اسرائیل جناب یعقوبؑ کی اولاد ہیں۔ یہود ونصاریٰ کو جاننا چاہیے کہ ان کے جدِاعلیٰ نے خود 'تعددِ ازواج' پر واضح طور پر عمل کیا۔ بائبل کتابِ پیدائش اور دیگر مقامات کے مطالعہ سے واضح ہے کہ یعقوبؑ نے اپنے ننھیال یعنی ماموں 'لابن' کے ہاں رہ کر بیس ۲۰ برس تک بکریاں چرائیں اور ان کی دو بیٹیوں 'لیاہ' اور 'لاخل' سے شادی کی، نیز ان کی دو لونڈیوں 'زلفا' اور 'بلہا' سے بھی مصاحبت کی۔(۶)

سیدنا یعقوبؑ کی ازدواجی زندگی سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شریعت میں جمع بين الأختين یعنی ایک مرد کے ساتھ دو بہنوں کا بیک وقت نکاح بھی ممنوع نہ تھا اور خود یعقوبؑ نے اس پر عمل بھی کیا۔

اسی طرح بائبل میں تفصیل کے ساتھ ذکر ہے کہ اسحٰقؑ کے دوسرے بیٹے 'عیسوٗ' اپنے بیٹے اسمٰعیل کے ہاں چلے گئے، وہاں ان کی صاحبزادی سے شادی کی نیز اس کے علاوہ بھی کئی شادیاں کی۔(۸) جن میں 'بیری حتی' کی بیٹی 'یہودتھ' اور 'ایلون' کی بیٹی 'بشاتھ' سے بیاہ کیا۔(۹)

بنی اسرائیل ہی کے دو اور جلیل القدر پیغمبر داود اور سلیمان علیہما السلام ہیں جو کثرتِ ازواج کی بنا

پر مشہور ہیں۔ اگرچہ یہودی ان کا شمار سلاطین میں کرتے ہیں۔ مفسر قرآن خازن داؤدؑ کے متعلق لکھتے ہیں

"کا ن لداؤد تسع وتسعون امرأة......الخ "(۱۰) "داؤدؑ کی ننانوے بیویاں تھیں۔"

نیز بائبل کی کتاب تواریخ نمبر۱، باب نمبر۳ میں ان کی نو بیویوں کے اسماء اور ان سے جنم لینے والوں کے اسما بھی تفصیل سے مذکور ہیں۔

☜ سیدنا سلیمانؑ کے متعلق صحیح حدیث میں ہے:

"قال رسول الله ﷺ: "قال سليمان لأطوفنّ الليلة على تسعين امرأة......الخ" (۱۱)

اس سے معلوم ہوا کہ سلیمانؑ کی ننانوے بیویاں تھیں۔

جب کہ بائبل کتاب سلاطین، اوّل میں ہے

"سلیمان ان ہی کے عشق کا دَم بھرنے لگا اور اس کے پاس سات سو شہزادیاں اس کی بیویاں اور تین سو حرمیں تھیں......الخ" (۱۲)

☜ ان کے علاوہ سیدنا موسیٰؑ بھی ہیں۔ جن کی شریعت کی اتباع کا دعویٰ یہود ونصاریٰ کرتے ہیں۔ بائبل میں ان کی دو شادیوں کا واضح ذکر ہے، کتابِ خروج میں ہے:

"اور موسیٰ اس شخص کے ساتھ رہنے کو راضی ہوگیا، تب اُسنے اپنی بیٹی صفورہ موسیٰ کو بیاہ دی۔" (۱۳)

دوسری شادی کا ذکر 'گنتی' میں ہے:

"اور موسیٰؑ نے ایک کوشی عورت سے بیاہ کرلیا۔" (۱۴)

جب کہ ایک محقق لکھتے ہیں

"اور موسیٰؑ کی بھی چار بیویاں تھیں۔" (۱۵)

ہندوؤں کے ہاں کثرتِ ازواج

☜ خود ہندوؤں کی تاریخ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ ان کے بعض سرکردہ راجے اپنے حرم میں دو دو بہنوں کو شامل کیے رکھتے تھے، سری کرشن جی مہاراج کے عہد کے معروف راجہ 'کنسن' نے راجہ 'جرا سندہ' کی دو بہنوں سے شادی کی اور اسی شادی کی وجہ سے راجہ کنس کی حمایت میں جراسندہ نے جنگ بھی کی۔ (۷)

☜ ہندو جو آج کل صرف ایک بیوی کے قائل ہیں، اپنے مذہبی پیشرؤوں کے بارے میں واضح کیوں نہیں کرتے کہ وہ کثرتِ ازواج کے قائل وفاعل تھے، ملاحظہ فرمائیے رام چندر جی کے والد کا قصہ:

"سری رام چندر جی کے والد راجہ وسرتھ کی تین بیویاں تھیں: نمبر۱، رانی کوشلیا جو سری رام چندر جی کی والدہ تھیں۔ نمبر۲، رانی سمترا جو سری لچھمن کی والدہ تھیں۔ نمبر۳، رانی کیکئی جو بھرت جی کی والدہ تھیں......" (۱۶)

نیز سری کرشن جی مہاراج جن کی بڑی عقیدت ہے۔ ان کے بارے میں دیکھئے:

''سری کرشن جی کی اٹھارہ بیویاں تھیں اور راجہ پانڈو کی دو بیویاں تھیں''(۱۷)

ان حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے عالی مرتبت انبیا اور بانیانِ مذاہب اور بڑے لوگ کثرتِ ازدواج پر کاربند رہے اور اس امر کی شہادت قرآن، حدیث اور بائبل میں تفصیل کے ساتھ ملتی ہے۔ان تفصیلات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ایک سے زیادہ شادیاں کرنا نہ تو فطرتِ انسانی کے خلاف ہے اور نہ ایسا عمل ہے جس کی نظیر گزشتہ اقوام میں نہ ملتی ہو بلکہ مختلف مذاہب کو ماننے والی اقوام ایک سے زیادہ شادیاں کرتی رہی ہیں۔

تفریط کی بعض دیگر صورتیں

مزید برآں تاریخِ عالم کے مطالعہ سے عیاں ہوتا ہے کہ جاہل قوموں نے دیگر مذہبی اور معاشرتی معاملات کی طرح تعددِ ازواج کے معاملے میں بھی افراط وتفریط سے کام لیا۔

ہندوؤں کی معتبر مذہبی کتاب مہا بھارت ہے، جس میں کوروں اور پانڈوں کی لڑائی کا ذکر ہے، جس میں کرشن جی مہاراج نے پانڈوں کا ساتھ دیا، کیونکہ یہ مظلوم تھے۔ یہ پانچ بھائی تھے، جن کی ایک مشترکہ بیوی تھی جس کا نام 'دروپدی' تھا جسے کورے اُٹھا کر لے گئے تھے، یہ پانڈے مشترکہ بیوی رکھنے والے ہندوؤں کے ہیرو ہیں۔مشترکہ بیوی رکھنے کا تصور کتنا بے ہودہ ہے؟ اور یہ ہندومت ہی میں قابل قبول ہوسکتا ہے، مگر تعددِ ازواج پر آج کل خواہ مخواہ اعتراض کیا جاتا ہے۔

جبکہ عرب دورِ جاہلیت میں اس فطری قانون میں دوطرح کی تبدیلیاں کرچکے تھے:

① انہوں نے بیویوں کی کثرت کی کوئی حد مقرر نہ کی تھی۔

② ایک شوہر جس طرح کثرت سے بیویاں رکھتا تھا، اسی طرح بعض اوقات ایک بے حیا عورت اپنے کئی 'بعول' رکھتی تھی۔ محمد حنیف ندویؒ لکھتے ہیں:

''اسلام سے پہلے کثرتِ بعول اور کثرتِ ازواج کی بلاتعیین اجازت تھی یعنی مرد جس قدر چاہتے عورتیں نکاح میں رکھتے اور اسی طرح عورتیں جس قدر چاہتیں، خاوند بنالیتیں۔''(۱۸)

حاصل کلام یہ ہے کہ

- تعددازواج کا ثبوت تاریخ انسانی کے ابتدائی دور سے لے کر بعثتِ خاتم النّبیین ﷺ تک تسلسل سے ملتا ہے۔
- تعددازواج کا ثبوت اسلام کے علاوہ دیگر اَدیان کی تاریخ سے بھی ثابت ہے۔
- جاہل اقوام نے اسلام سے قبل اس اجازت کو افراط وتفریط کا شکار بنا رکھا تھا۔
- شریعتِ محمدی نے تعددازواج کا مسئلہ نئے سرے سے پیش نہیں کیا۔

فی ہماری شریعت میں اسے صرف معتدل اور بہترین Releif کرتے ہوئے پیش کیا گیا ہے۔
علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

"كان الرجل في الجاهلية يتزوج العشرة فما دون ذلك فأحل الله جل ثناء ه أربعا ثم الذي صيرهن إلى أربع"[۱۹] ''آدمی جاہلیت میں دس یا کم وبیش عورتوں سے شادی کرتا۔ اللہ نے چار حلال برقرار رکھیں پھر اس پر ان کو چلادیا۔''

گویا اسلام نے معتدل راستہ چار بیویوں تک کی اجازت کو قرار دیا ہے، ایسا کیوں ہے اور اس کے دلائل کیا ہیں؟ اب آپ ان کا مطالعہ فرمائیے:

شریعتِ محمدیؐ میں تعدد ازواج کی حیثیت

نکاح ایک مقدس بندھن ہے، اللہ نے اسے مؤمن کے لئے عفت وعصمت کو بچانے کا ذریعہ بنایا ہے، یہ لاپروائی والا کام نہیں ہے بلکہ سنجیدگی کا طالب ہے، چنانچہ شریعت نے نوجوانوں کو نکاح پر اُبھارا ہے، اور ایک مرد کو چار تک بیک وقت بیویاں رکھنے کی اجازت بھی دی ہے، اور ساتھ ہی یہ لازم قرار دیا ہے کہ وہ چاروں کے درمیان عدل وانصاف برتے۔ اگر خاوند انصاف نہیں کرسکتا تو اسے فقط ایک نکاح تک محدود رہنا چاہیے۔سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا﴾[۲۰]
''اور اگر تم ڈرو کہ تم یتیموں کے بارے میں انصاف نہ کرسکو گے تو تم نکاح کرو جو اچھی لگیں تمہیں عورتوں میں سے دو، دو۔ تین، تین۔ چار، چار...... سو اگر تم ڈرو کہ تم انصاف نہ کرو گے تو صرف ایک ہی (کافی ہے) یا جو مالک ہیں تمہارے دائیں ہاتھ، یہ زیادہ قریب ہے کہ تم ناانصافی نہ کرو۔''

اس آیت کی سب سے عمدہ تفسیر سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے، آپؓ واضح کرتی ہیں کہ

''اس آیت سے مراد وہ یتیم بچیاں ہیں، جو کسی شخص کی کفالت میں ہوتیں اور ان کے مال کی رغبت میں وہ ان سے شادی کرلیتا اور ان کی صحبت کا صحیح حق ادا نہ کرتا اور نہ ہی ان کے مال میں انصاف کرتا، ایسے شخص کو اللہ کا حکم ہے کہ وہ یتیموں کے علاوہ دیگر عورتوں سے نکاح کرلے، دو سے تین سے یا چار سے''[۲۱]

مسٹر غلام احمد پرویز اور تعددِ ازواج: گویا یہ آیت اس امر کی صراحت کرتی ہے کہ بجائے یتیم بچیوں کے ساتھ دھوکہ دہی کرو، بہتر ہے کہ ان کے علاوہ دیگر عورتوں سے شادی کرلو اور ساتھ ہی اس کی حد بندی کردی یعنی زیادہ سے زیادہ چار تک۔ انصاف کی شرط جہاں یتیم لڑکیوں کے بارے میں ہے، وہاں یہی شرط دیگر عورتوں کے بارے میں بھی ہے کہ زیادہ نکاح کی اجازت انصاف سے مشروط ہے۔ اہم بات یہ

ہے کہ اس آیت سے واضح ہے کہ یتیم بچیوں کے ساتھ زیادتی کا تدارک ہو، مگر مسٹر پرویز اس کا غلط مطلب پیش کرتے ہیں، ان کا خیال یہ ہے کہ

''تعددِ ازواج کے متعلق قرآنِ کریم میں صرف یہی آیت ہے اور مشروط ہے: ﴿وَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تُقۡسِطُوۡا فِی الۡيَتٰمٰى﴾ کی شرط کے ساتھ...... الخ (۲۲)

اس کی مزید وضاحت یوں کرتے ہیں کہ

''اگر کبھی کسی وجہ سے معاشرہ میں ایسے حالات پیدا ہوتے ہیں مثلاً جنگ کی وجہ سے ...بیوہ عورتوں اور جوان لڑکیوں کی تعداد زیادہ ہوجائے اور ان کے مسئلے کا کوئی اطمینان بخش حل نہ ملتا ہو تو اسلامی حکومت وحدتِ زوج کے اُصولی قانون میں استثنا کرکے اس کی اجازت دے سکتی ہے کہ ایک وقت میں ایک سے زیادہ چار تک شادیاں کرلی جائیں ...... الخ (۲۳)

مذکورہ خیال آرائی محض کج فہمی ہے، نہ ہی یہ بات درست ہے کہ قرآن میں تعددِ ازواج کی صرف یہی آیت ہے اور نہ ہی یہ امر واقعہ ہے کہ تعددِ ازواج کا مسئلہ اضطراری حالات سے مشروط ہے۔ مذکورہ آیت کے علاوہ سورۃ النساء ہی میں دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَلَنۡ تَسۡتَطِيۡعُوۡۤا اَنۡ تَعۡدِلُوۡا بَيۡنَ النِّسَآءِ وَلَوۡ حَرَصۡتُمۡ فَلَا تَمِيۡلُوۡا كُلَّ الۡمَيۡلِ فَتَذَرُوۡهَا كَالۡمُعَلَّقَةِ‌ ؕ وَاِنۡ تُصۡلِحُوۡا وَتَتَّقُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا﴾ (۲۴)

''تم سے یہ تو کبھی نہ سکے گا کہ اپنی تمام بیویوں سے ہر طرح عدل کرو، گو تم اس کی کتنی ہی خواہش وکوشش کرلو۔ اس لئے بالکل ایک ہی کی طرف مائل ہو کر دوسری کو ادھر لٹکتی ہوئی نہ چھوڑ و اور اگر تم اصلاح کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو بے شک اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت اور رحمت والا ہے۔''

اس آیت سے بالکل واضح ہے کہ اپنی بیویوں کے درمیان حتیٰ الامکان عدل وانصاف کرنا چاہیے، اگر ایک سے زائد بیویاں نہ ہوں تو اس حکم کا کیا مطلب ہے؟ حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ اس آیت کی تفسیر میں رسولِ عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث نقل کرتے ہیں

''آپ ﷺ کا فرمان ہے جس کی دو بیویاں ہوں پھر وہ بالکل ایک ہی کی طرف جھک جائے تو قیامت کے دن اللہ کے سامنے اس طرح آئے گا کہ اس کا آدھا جسم ساقط (فالج زدہ) ہوگا۔'' (۲۵)

مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ رقمطراز ہیں:

''یہ آیت تعددِ ازواج کے جواز کو عدل کی شرط سے مشروط کرتی ہے، جو شخص عدل کی شرط پوری نہیں کرتا مگر ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کے جواز سے فائدہ اٹھاتا ہے، وہ اللہ کے ساتھ دغا بازی کرتا ہے۔'' (۲۶)

مذکورہ بالا صراحت سے واضح ہے کہ ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کا مسئلہ ایک سے زیادہ مقامات پر قرآنِ کریم میں بیان کیا گیا ہے، نیز قرآن نے اس اجازت کو عدل کی شرط کے ساتھ مشروط کیا ہے۔

☜ اب آیئے دوسرے اعتراض کی طرف کہ تعددِ ازواج کا حکم اضطراری حالات کے لئے ہے اور ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَلاَّ تُقْسِطُوْا فِي الْيَتَامىٰ﴾ سے مشروط ہے، مولانا مودودی اس کا جواب یوں دیتے ہیں

''ان تمام مقامات پر شرطیہ الفاظ کو اگر شرطِ حکم قرار دے لیا جائے تو اس سے شریعت کی صورت ہی مسخ ہو کر رہ جائے گی، مثال کے طور پر دیکھئے عرب کے لوگ اپنی لونڈیوں کو پیشہ کمانے پر زبردستی مجبور کرتے تھے، اس کی ممانعت ان الفاظ میں فرمائی گئی ﴿لاَتُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا﴾ (النور:۳۳) کیا اس آیت کا یہ مطلب لینا صحیح ہوگا کہ یہ حکم صرف لونڈیوں سے متعلق ہے اور یہ کہ لونڈی اگر خود زنا سے نہ بچنا چاہتی ہو تو اس سے پیشہ کرایا جاسکتا ہے؟''(۲۷)

گویا مولانا کی صراحت یہ ہے کہ سورۃ النساء کی آیت نمبر۳ میں شرطیہ الفاظ ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَلاَّ تُقْسِطُوْا فِي الْيَتَامىٰ﴾ شرطِ حکم کا فائدہ نہیں دیتے ہیں، اور یہی مطلب صحیح ہے۔ اب مزید وضاحت مولانا امین احسن اصلاحیؒ کی ملاحظہ فرمایئے، وہ فرماتے ہیں:

''یہاں بعض لوگوں کے ذہن میں یہ شبہ پیدا ہوگا کہ اسلام میں تعدد ازواج کی اجازت مطلق نہیں ہے بلکہ یتیموں کی مصلحت کے ساتھ مقید ہے۔ بلکہ یہ ہے کہ یتامی کی مصلحت کے نقطہ نظر سے تعددِ ازواج کے اس رواج سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دی گئی ہے جو عرب میں تھا۔ البتہ اس کو چار تک محدود کر دیا گیا ہے، اگر مقصود تعددِ ازواج کو یتیموں کی مصلحت کے ساتھ مقید کرنا ہے تو اس کے لئے اسلوبِ بیان اس سے بالکل مختلف ہوتا ......الخ''(۲۸)

گویا اس آیت سے واضح ہے کہ تعددِ ازواج کے اُصول کو معاشرتی مصلحت کے لئے استعمال کیا جائے نہ کہ نظریۂ ضرورت کے تحت اجازت کا غلط مفہوم لیا جائے، اور قرآن کی آیات کے مفہوم کو بگاڑنے کی مذموم کوشش کی جائے۔

تعددِ ازواج احادیث کی روشنی میں

کوئی مانے یا نہ مانے، مگر اہل اسلام اور امتِ محمدی میں شامل تمام فقہاء و محدثین اس امر پر متفق ہیں کہ نبی آخر الزماں ﷺ کا فرمان ہی قرآنِ کریم کی سب سے معتبر اور مستند تشریح و تفسیر ہے، جو معنی آیت الٰہی کا حدیث متعین کر دے، وہ ہی دینی و تشریعی مفہوم قابل قبول اور معتبر ہوگا، رسولِ اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے اپنے قول و فعل سے ثابت کر دیا کہ اسلام میں چار شادیوں کی مرد کے لئے اجازت ہے۔ جس میں نہ حالات کی تخصیص ہے اور نہ ہی کوئی اور اضطراری کیفیت کی شرط ہے، بلکہ علی العموم یہ ایک فضیلت والا کام اور حصولِ ثواب و اجر کا معاملہ ہے، آیئے اس ضمن میں وارد مشہور احادیث سے واقفیت حاصل کرتے ہیں:

٭ غيلان بن أمية الثقفي اسلام لائے تو ان کے عقد میں دس بیویاں تھیں ان کو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا: "اختر منهن أربعا وفارق سائرهن"[۲۹]

''ان میں سے چار کو چن لے اور (باقی) تمام کو جدا کردے۔''

یہ حدیث موطأ امام مالک، نسائی، اور دارقطنی میں بھی موجود ہے، جب کہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ ''یہ حدیث مزید کتبِ حدیث میں بھی ہے مثلاً سنن ابن ماجہ' مصنف ابن ابی شیبہ' مسند احمد' سنن بیہقی وغیرہ میں بھی موجود ہے۔''[۳۰]

گویا یہ حدیث نہ صرف صحیح ہے بلکہ کثرتِ طرق سے مروی ہے اور کتبِ احادیث میں متعدد بار منقول ہے۔ اس حدیث کا حکم واضح ہے کہ ایک مرد ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ چار بیویاں رکھ سکتا ہے۔

٭ الحارث بن قیسؓ جن کو قیس بن حارث بھی کہتے ہیں، فرماتے ہیں کہ جب میں نے اسلام قبول کیا تو میری آٹھ بیویاں تھیں میں نے خود ان کی بابت رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے حکم دیا:

"اختر منهن أربعا"[۳۱]　''اِن میں سے چار کو چن لو''

یاد رہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، اور اس کی سنن ابی داود میں ایک سے زیادہ اسناد منقول ہیں ...... اس حدیث سے بھی تعددِ ازواج کی اجازت کا حکم واضح ہے۔

٭ نوفل بن معاویہ الرملیؓ کہتے ہیں کہ جب میں اسلام لایا تو میری پانچ بیویاں تھیں تو میں نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"فارق واحدة وأمسك أربعا"[۳۲]　''چار، کو روکے رکھو اور ایک کو جدا کردو۔''

ان درج بالا مشہور ومعروف صحیح احادیث☆ سے درج ذیل نتائج واضح ہیں:

① تعددِ ازواج کی احادیث صحاحِ ستہ اور دیگر کتبِ احادیث میں کثرت سے منقول ہیں۔

② محدثین نے اس مسئلے کی اہمیت کے پیش نظر کتبِ احادیث میں اس کے جواز پر مبنی الفاظ کے ساتھ باقاعدہ اَبواب ترتیب دیے ہیں۔

③ ان احادیث کی روشنی میں مرد کو ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ چار بیویاں رکھنے کی اجازت ہے۔

خلفائے راشدین اور تعددِ ازواج

☆ نواب صدیق حسن خانؒ نے مجموعی طور پر مذکورہ بالا روایات اور اس مفہوم کی دیگر احادیث کو شواہد کی بنا پر 'حسن' کے درجہ میں قرار دیا ہے، جبکہ بعض دیگر علما مثلاً دارقطنی، شوکانی اور ابن عبدالبر وغیرہ نے ان پر ضعف کا حکم بھی لگایا ہے، شیخ محمد ناصر الدین البانی نے ان روایات پر بالتفصیل اپنی کتاب (ارواء الغلیل: ص ۱۸۸۳ تا ۱۸۸۶) میں بحث کی ہے، جن میں سے بعض کو انہوں نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔ مزید تفصیل کے لئے اس بحث کی طرف مراجعت مفید ہوگی۔ علٰی

صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کے احکامات اور سنن کی بے مثال اطاعت کی ہے، صحابہ کرام ہمارے لئے اطاعت کے نمونے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اکثر صحابہ نے ایک سے زائد شادیاں کی ہیں، جن کی مکمل تفصیل کتبِ تاریخ، اسماء الرجال اور کتبِ طبقات میں موجود ہے۔ صحابہ کرام میں سے خلفائے راشدین کا عمل صحابہ کی ایسی نمایندگی ہے، جس کی تائید صحابہ کرام نے کی۔ ذیل میں ہم تعددِ ازواج کے حوالے سے خلفا کا عمل نقل کرتے ہیں:

سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے ایک سے زیادہ شادیاں کیں، اور مرتے دم تک وہ تعددِ ازواج پر عمل پیرا رہے، ان کی ایک بیوی کا نام حبیبہ بنتِ خارجہ ہے۔ یہی وہ خاتون ہیں، جو کہ مقام سنح میں مقیم تھیں، اور جس دن وفاتِ رسول ﷺ ہوئی؛ ابوبکر، رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے کر ان ہی کے پاس گئے۔ (۳۳) ان کی حضرت ابوبکرؓ سے ایک بیٹی اُمّ کلثوم بھی پیدا ہوئیں، مگر وفاتِ صدیقؓ کے بعد۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: (أم كلثوم) مات أبوها وهى حمل (۳۴)

مزید لکھتے ہیں: "أمها (أى أم أم كلثوم بنت أبى بكر صديق) حبيبة بنت خارجة وضعتها بعد موت أبى بكر" (۳۵)

''ان کی والدہ یعنی ام کلثوم بنت ابوبکر صدیق کی والدہ کا اسم گرامی حبیبہ بنت خارجہ ہے، انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق کی وفات کے بعد ام کلثوم کو جنم دیا......''

* گویا یہ بیوی بھی آخر دم تک ساتھ رہیں۔ جب کہ ایک دوسری بیوی اسماء بنت عمیس ہیں، یہ بھی آخر وقت تک صدیق اکبر کی زوجہ رہیں، بلکہ یہ بھی منقول ہے کہ خلیفہ اوّل کی وصیت تھی کہ وفات کے بعد مجھے اسماء بنت عمیسؓ غسل دیں، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں

"ثم ذكر من عدة أوجه أن أبابكر الصديق أوصى أن تغسله امرأته أسماء بنت عميس" (۳۶)

''مختلف طرق سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر نے وصیت کی تھی کہ ان کی بیوی اسماء انہیں غسل دے''

گویا ثابت ہوا کہ خلیفہ اوّل مرتے دم تک ایک سے زیادہ شادیاں کئے رہے۔

* خلیفہ ثانی امیر المومنین سیدنا عمرؓ بھی مرتے دم تک ایک سے زائد بیویاں رکھنے کے قائل ہی نہیں بلکہ فاعل بھی رہے، ان کی وفات کے وقت دو بیویوں کی موجودگی کا ثبوت پیش خدمت ہے: یعنی عاتکہ بنتِ زید اور اُمّ کلثوم بنتِ علیؓ۔ عاتکہ بنتِ زید وہ خاتون ہیں جو عشرہ مبشرہ میں شامل جناب سعید بن زیدؓ کی ہمشیرہ ہیں، انہوں نے شہادتِ عمرؓ کے وقت باقاعدہ مرثیہ کہا جس کے اشعار بہت مشہور ہوئے۔

"ثم استشهد عمر فرثته بالأبيات المشهورة" (۳۷)

جب کہ دوسری بیوی سیدہ اُمّ کلثوم بنتِ علی کے بارے میں حافظ ابن حجر واضح لکھتے ہیں:

"لما تأيّمت أُمّ كلثوم بنت علي عن عمر...... الخ" (۳۸)

''جب اُمّ کلثوم بنتِ علی عمر سے بیوہ ہوئیں......''

* سیدنا علیؓ نے پے درپے نو شادیاں کیں، جن سے اولاد و احفاد بھی ہوئے (۳۹) جب کہ ان کے بیٹے حضرت حسنؓ تو کثرت سے شادیاں کرنے میں مشہور ہوئے، حتیٰ کہ حضرت علیؓ کو اہل کوفہ کو کہنا پڑا کہ تم میرے بیٹے حسنؓ کو لڑکیاں نہ دیا کرو...... الخ (۴۰)

خلفاے راشدین کا طرزِ عمل تمام صحابہ کی تائید ہی سے تھا۔ کسی صحابی سے بھی منقول نہیں ہے کہ اُس نے اس معاملے میں کبھی اختلاف کیا ہو۔ صحابہ کرام کا اس معاملے پر اجماع تھا، نہ صرف صحابہ کرام کا بلکہ بعد میں آنے والے تابعین اور اہل علم کا بھی اس امر پر اتفاق ہے۔

اِجماعِ اُمت

قرونِ اولیٰ اور بعد ازاں اہل کا اس امر پر اجماع رہا ہے کہ مرد ایک سے زیادہ شادیاں کرسکتا ہے، جن کی ایک وقت میں آخری حد چار بیویوں کی ہے۔ شمس الدین السرخسی لکھتے ہیں:

"ولم ينقل عن أحد في حياة رسو ل اللهﷺ ولابعده إلى يومنا هذا أنه جمع بين أكثر من أربع نسوة نكاحًا" (۴۱)

''رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں کسی ایک سے بھی منقول نہیں ہے اور نہ ان کے بعد آج تک ثابت ہے کہ کسی نے چار سے زائد عورتوں کو نکاح میں جمع کیا ہو۔''

ابوعبداللہ القرطبی لکھتے ہیں:

"وهذا كله جهل باللسان والسنة ومخالفة لإجماع الأمة إذ لم يسمع عن أحد من الصحابة ولا التابعين أنه أجمع في عصمته أكثر من أربع" (۴۲)

''(جو اقوال وآرا چار سے زائد نکاح کے بارے میں ہیں) وہ تمام لغتِ عرب وسنت سے لاعلمی کی وجہ سے ہیں اور اُمت کے اِجماع کے مخالف ہیں۔ کیونکہ نہ کسی صحابی سے سنا گیا ہے اور نہ کسی تابعی سے کہ اس نے اپنے حرم میں چار سے زائد بیویاں جمع کی ہوں۔''

بعض روافض کا خیال ہے کہ مرد بیک وقت نو تک عورتیں جمع کرسکتا ہے۔ محدثین وفقہا اس کی تردید تو ضرور کرتے ہیں، مگر چار تک کے جواز میں کسی کا کوئی بھی قطعاً اختلاف نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

(باب لا يزوج أكثر من أربع) أما حكم الترجمة فبالاجماع إلا قول من لا يعتد بخلافه من رافضي ونحوه "(۴۳)

(صحیح بخاری میں باب ہے کہ کوئی چار سے زائد بیویاں نہیں رکھ سکتا) لیکن عنوان کا حکم بالا جماع ثابت ہے مگر رافضی وغیرہ کہ جن کے اقوال کسی شمار میں نہیں ہیں۔ امام خازن لکھتے ہیں

"وأجمعت الأمة على أنه لايجوز لأحد أن يزيد على أربع نسوة"(۴۴)

''اور اُمت کا اس امر پر اجماع ہے کہ کسی کو جائز نہیں کہ وہ چار عورتوں سے زائد رکھے۔''

ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

"أجمع أهل العلم على هذا ولا نعلم أحدا خالفه إلا شيئا يحكى عن القاسم بن إبراهيم أنه أباح تسعا لقول الله ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلاَثَ وَرُبَاعَ﴾ والواو للجمع ولأن النّبى مات عن تسع وهذا ليس بشيئ لأنه خرق للاجماع وترك للسنة "(۴۵)

''اہل علم کا اس امر پر اجماع ہے اور ہم نہیں جانتے کہ کسی نے اس کی مخالفت کی ہو مگر جو کچھ قاسم بن ابراہیم سے بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے نو کی اجازت دی ہے اس وجہ سے کہ اللہ کا فرمان ہے ﴿فَانْكِحُوْا ...... الخ﴾ اس میں دو۲ اور تین۳ اور چار۴ (کل نو۹ ہوئے) واوَ جمع کے لئے ہے اور اس وجہ سے بھی کہ رسول اللہ جب فوت ہوئے تو ان کی نو بیویاں تھیں ......(مگر) یہ قول ودلیل کوئی حیثیت نہیں رکھتے کیونکہ یہ اجماع کے مخالف اور خلافِ سنت ہیں۔''

گویا بعض روافض کا شاذ قول ہے کہ نو تک اجازت ہے مگر چار تک اجازت کا معاملہ پوری طرح متفق علیہ ہے۔

تعدّدِ ازواج کی حکمت

اللہ کا ہر حکم قطعی اور واجب الاطاعت ہوتا ہے، چاہے اس کی حکمت انسان کو سمجھ آئے یا نہ آئے، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا ہر فرمان اور سنت واجب الاطاعت ہے اگرچہ منکرین کی درایت کی رسائی اس تک ہو یا نہ ہو۔ اس کے باوجود اللہ کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے احکام کی حکمتیں اپنے بندوں پر واضح کردیتا ہے۔ مرد کے لئے چار شادیوں کی اجازت بھی ایسا معاملہ ہے، جس کی حکمت وفلسفہ کو اہل علم نے مختلف انداز سے واضح کیا ہے۔

تعدد ازواج کے دو پہلو ہیں: (۱) ذات پر اثرات (۲) تمدن پر اثرات

ان دونوں حوالوں سے مفکرین نے اس مسئلے کی عقدہ کشائی کی ہے۔ ذاتی حوالے سے یہ جاننا

چاہیے کہ اللہ نے مرد کو طاقتور بنایا ہے، اور عورت سے زیادہ طاقت عطا فرمائی ہے۔ جو لوگ عورت کی خواہش نفسانی کو مرد سے زیادہ خیال کرتے ہیں ان کی تردید حافظ ابن قیم علیہ الرحمہ ان پرزور الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں:

"قولهم أن الله جعل للمرأة شهوة تزيد على ...... الخ"

''ان کا کہنا کہ اللہ نے عورت کی شہوت مرد سے سات گناہ زیادہ رکھی ہے۔ حافظ کہتے ہیں کہ اگر معاملہ ایسا ہی ہوتا تو اللہ تعالیٰ مرد کو چار بیویاں اور جتنی چاہے لونڈیاں رکھنے کی اجازت نہ دیتے اور عورت کو پابند نہ کرتے کہ وہ ایک آدمی سے آگے نہ بڑھے۔ حالانکہ اس کے لئے تقسیم اوقات میں چوتھائی حصہ آتا ہے۔ حاشا، اللہ کی حکمت یہ نہیں ہے کہ وہ معذور و مجبور پر مزید تنگی کرے اور اس کے حرج میں وسعت کرے۔'' (۴۶)

گویا حافظ ابن قیم کی صراحت یہی ہے کہ اگر اللہ نے مرد کو چار بیویوں کی اجازت دی ہے تو وہ اس کا اہل ہے، وگرنہ نا اہل ہونے کی صورت میں اسے قطعاً اجازت نہ ملتی۔

* دوسری وجہ مرد کے لئے تعدد ازواج کی حافظ ابن قیمؒ یہ بیان کرتے ہیں:

"وأيضا فان طبيعة الذكر الحرارة وطبيعة الأنثى البرودة وصاحب الحرارة يحتاج من الجماع فوق ما يحتاج إليه صاحب البرودة" (۴۷)

''اور اسی طرح مرد کی طبع گرمی والی ہے اور عورت کی طبیعت ٹھنڈی ہے۔ گرمی والے کو بنسبت ٹھنڈی طبیعت والے کے، زیادہ مجامعت کی ضرورت ہوتی ہے۔''

لہٰذا مرد اپنی طبیعت کی ضرورت کے تقاضے کے پیش نظر زیادہ بیویاں رکھ سکتا ہے، نیز مرد کی طاقت وحرارت کے بارے حافظ ابن قیم کے مزید دلائل إعلام الموقعین ۲/۱۰۵ میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔

تنوع پسندی

اس پر مزید قابل توجہ امر یہ ہے کہ مرد بالطبع تنوع پسند ہے اور وہ ایک سے زائد بیویوں کا خواہشمند رہتا ہے، علامہ محمد حنیف ندویؒ اس فطری تقاضے کی روشنی میں اہل یورپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مرد بالطبع تنوع پسند ہے اور یہی وجہ ہے کہ یورپ میں وحدتِ زوج کی سکیم کامیاب نہیں رہی'' (۴۸)

مرد کا یہی فطری رجحان ہے، جس کی شاہ ولی اللہ تعددِ ازواج کے حوالے سے نشاندہی فرماتے ہیں

"فالإكثار من النساء شيمة الرجال وربما يحصل به المباهاة فقدرالشارع بأربع" (۴۹) ''پس زیادہ عورتیں رکھنا آدمیوں کی طبیعت ہے، اور بعض اوقات یہ اظہارِ فخر کے لئے ہوتا ہے، چنانچہ شارع نے اسے چار تک محدود کردیا۔''

غرض یہ کہ اللہ نے مرد کی فطرت کے عین مطابق اسے کثرتِ ازواج کی اجازت دی۔ مگر چار تک

ہی پابند بھی کر دیا۔

خارجی محرکات

عورت بنیادی طور پر خاتونِ خانہ ہے، جب کہ مرد معاشرے میں آزاد گھومنے والا شخص ہے۔عورت کی نگاہ گھر کی چار دیواری میں محدود رہتی ہے، جب کہ مرد کو معاشرے میں دیگر ایسی اشیاء واجناس سے ملاقات ہوتی ہے، جو کہ اس کے شہوانی جذبات کو بھڑ کا دیتی ہے۔ جیسا کہ ہم نے اوپر عرض کیا کہ مرد غلبہ شہوت والا اور زیادہ حرارت والا فرد بھی ہے اور اوپر سے جب معاشرے میں اسے ہر طرف مہیجاتِ نفسانیہ سے واسطہ پڑتا ہے تو اس کے لئے پھر ایک بیوی ناکافی ہو جاتی ہے۔

مولانا مودودی کہتے ہیں:

> ''ایک طرف تو آپ مغرب کی اندھی تقلید میں فحش لٹریچر، عریاں تصاویر، شہوانی موسیقی اور ہیجان انگیز فلموں کا سیلاب ملک میں لا رہے ہیں، جو لوگوں کے صنفی جذبات کو ہر وقت بھڑکاتا رہتا ہے۔ دوسری طرف آپ مخلوط تعلیم کو رواج دے رہے ہیں، 'ثقافت' کے پروگرام چلا رہے ہیں، روز بروز عورتوں کو ملازمتوں میں کھینچ رہے ہیں۔ جس کی بدولت بنی سنوری عورتوں کے ساتھ مردوں کے اختلاط کے مواقع بڑھتے جا رہے ہیں۔ اس کے بعد آپ کے تازہ اقدامات یہ ہیں کہ تعددِ ازواج پر آپ نے ایسی پابندیاں لگانا شروع کر دی ہیں جن سے وہ عملاً ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہو جاتا ہے۔''(۵۰)

ہمارے معاشرے میں خواہشاتِ نفس کو بڑھایا جاتا ہے اور جب نفس کو تیار کیا جاتا ہے پھر ایک ہی شادی کا پابند کیا جاتا ہے، حالانکہ فی زمانہ نفسانی خواہشات میں اضافے کے محرکات کی وجہ سے مرد کو ایک سے زائد شادیوں کی ضرورت ہے۔

تحفظِ عصمت

اسلام حیا کا مذہب ہے اور عصمت وعفت کی حفاظت کا درس دیتا ہے، نکاح کے ذریعے مرد وعورت اپنی پاک دامنی کی حفاظت کرتے ہیں، مگر بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ عورت اپنی مخصوص ممانعات کے باعث خاوند کے لئے تسکین کا باعث نہیں ہوتی، تب خاوند کیا کرے اور اپنی عصمت کی حفاظت کیسے کرے؟ صبر اچھا ہے، مگر معاملہ اگر صبر وبرداشت سے باہر ہو رہا ہو تو پھر؟ اس معاملے کا حل تعددِ ازواج ہے۔

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

> "ثم من الناس من يغلب عليه سلطان هذه الشهوة فلا تندفع حاجته بواحدة فانطلق له ثانية وثالثة ورابعة "(۵۱)

''پھر لوگوں میں سے وہ لوگ بھی ہیں جن پر اس شہوت کا غلبہ چھا جاتا ہے، تو ان کی ضرورت ایک بیوی سے پوری نہیں ہوتی تو اس کیلئے دوسری اور تیسری اور چوتھی بیوی کرنے کی اجازت ہے''

شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں: "ولا يمكن أن يضيق فى ذلك كل تضييق (أى الا قتصار على زوجة واحدة) فإن من الناس من لا يحصنه فرج واحدة"(۵۲)

''اور یہ ممکن نہیں کہ اس معاملے میں مکمل تنگی کی جائے (یعنی ایک ہی بیوی کا قانون رکھا جائے) یقیناً لوگوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جن کی عصمت کے تحفظ کے لئے ایک بیوی ناکافی ہے''

مرد اس معاملے میں مجبور ہو جاتا ہے، مگر اہل مغرب نے قانون یک زوجی Monogamy لاگو کر رکھا ہے، چنانچہ ایسے ممالک کے مرد دوسری بیوی تو نہیں کرتے مگر اپنی ضرورت کے موافق اضافی داشتہ یا داشتائیں ضرور رکھ لیتے ہیں۔ مولانا مودودیؒ کہتے ہیں:

''اس قانونی پابندی کا نتیجہ ہر جگہ یہی ہوا ہے کہ آدمی کی جائز بیوی تو صرف ایک ہی ہوتی ہے مگر حدودِ نکاح سے باہر وہ عورتوں کی غیر محدود تعداد سے عارضی مستقل ہر طرح کے ناجائز تعلقات پیدا کرتا ہے۔''(۵۳) مزید فرماتے ہیں:

''آپ قانونی تعددِ ازواج کو قبول کرتے ہیں یا غیر قانونی تعددِ ازواج کو......''(۵۴)

اہل مغرب کے عمل سے اس سوال کا جواب تو یہی ہے کہ وہ غیر قانونی تعددِ ازواج کو من حیث القوم اختیار کر چکے ہیں، ذرا اس بارے میں مولانا کا زبردست اعتراض ملاحظہ فرمائیے:

''مغربی قومیں جو ایک سے زائد بیوی رکھنے کو ایک قبیح و شنیع فعل اور خارج از نکاح تعلقات کو (بشرطِ تراضی طرفین) حلال وطیب یا کم از کم قابل درگزر سمجھتی ہیں، جن کے ہاں بیوی کی موجودگی میں داشتہ رکھنا تو جرم نہیں مگر اس داشتہ سے نکاح کر لینا جرم ہے۔''(۵۵)

مردانہ برتری کا تقاضا

اللہ تعالیٰ نے بہت سے معاملات میں مرد کو عورت پر برتری عطا کی ہے، مرد کا حق وراثت عورت سے دوگنا ہے، گواہی میں مرد عورت سے قوی ہے، حکومت و امامت کا اہل اسے گردانا گیا ہے' وقتِ پیدائش بیٹے کے دو جب کہ بیٹی کی طرف سے ایک جان کا عقیقہ کیا جاتا ہے، حافظ ابن قیم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے:

"فكان من تفضيله الذكر على الأنثى أن خص بجواز نكاح أكثر من واحدة"(۵۶)

''مذکر کی مؤنث پر فضیلت میں سے ہی یہ معاملہ بھی ہے کہ مرد کو ایک سے زیادہ نکاح کرنے کی خصوصیت☆ حاصل ہے۔'' مزید لکھتے ہیں کہ

☆ جنس 'انسان' ہونے کے لحاظ سے انسان کی دونوں اصناف (مرد وعورت) کے امتیازات کے طور پر یہ خصوصیات کہنا زیادہ مناسب تعبیر ہے۔ مرد کو عورت پر انتظامی فضیلت حاصل ہے جس طرح حمل وحضانت میں عورت کی فضیلت۔ ورنہ مرد وزن انسان ہونے کی حیثیت سے برابر ہیں اور ان کے حقوق بھی یکساں...... (محدث)

''عورت اور مرد اگرچہ عمل مجامعت کی لذت میں برابر کے شریک ہیں۔ لیکن چونکہ نفقہ وسکنی مرد کے اوپر عائد ہوتا ہے، تو اس اضافی بوجھ کے باعث اسے اجازت ہے کہ وہ ایک سے زائد عورتیں رکھ سکتا ہے۔''(۵۷)

مزید برآں إعلام الموقعین میں فرماتے ہیں کہ

''اللہ نے مردوں کو نبوت ورسالت، خلافت وامارت، حکومت وجہاد کے ساتھ ساتھ عورت پر قوام بنا کر فضیلت دی ہے، اور مرد اِن کٹھن امور کی انجام دہی کے لئے زبردست محنت کرتا ہے جب کہ عورت صرف گھر میں سکون کے ساتھ رہتی ہے تو مردوں کا حق ہے کہ ان کی دل لگی کے لئے اگر ایک سے زائد عورتوں کی ضرورت ہو تو پوری ہو''(۵۸)

الغرض یہ معاملہ بھی مرد کی فضیلت کا ہے اور ربِّ کریم کی عطا ہے؛ وہ جسے چاہے، برتری دے۔

کثرتِ نسل

اُمتِ محمدیہ قیامت کے دن سب اُمتوں سے بڑی ہوگی' اور اس پر ہمارے پیغمبر فخر کریں گے، ہمارے لیے یہی حکم ہے کہ اُمت میں اضافے کی فکر کریں۔ ایسی عورتوں سے شادی کریں جن سے بکثرت نسل پھیلے، اگر مرد کی ایک سے زائد بیویاں ہوں گی' اور سب سے اولاد ہو تو مرد کی نسل کس قدر زیادہ ہوگی۔ کم ازکم چار گنا زیادہ بنسبت اس شخص کے جس کی صرف ایک ہی بیوی ہو۔ بدائع الفوائد میں کثرتِ ازواج کا ایک اہم مقصد یہ بھی بیان کیا گیا ہے

"وأيضا ففي التوسعة للرجل يكثر النسل الذي هو من أهم مقاصدالنكاح"(۵۹)

''اسی طرح زیادہ شادیاں کرنے سے آدمی کی نسل کثرت سے ہوتی ہے جو کہ نکاح کے اہم مقاصد سے ہے۔''

شاہ ولی اللہ کے الفاظ اس ضمن میں ملاحظہ فرمائیے :

"وأعظم المقاصد التناسل والرجل يكفي لتلقيح عدد كثير من النساء"(۶۰)

''اور نکاح کے مقاصد میں سے سب سے بڑا مقصد نسل بڑھانا ہے' اور ایک آدمی بہت زیادہ عورتوں کو بارآور کرنے کے لئے کافی ہے۔''

ایک مرد کئی عورتوں کو بارآور کرسکتا ہے۔ ڈاکٹر محمد آفتاب خاں لکھتے ہیں کہ

''مرد کے مادہ منویہ میں کروڑوں زندہ حیوانی خلیئے، کرم منی ہوتے ہیں جن میں سے صرف ایک حیوانی خلیہ cell بیضے کے ساتھ ملتا ہے۔''(۶۱)

عورت کی مثال کھیت کی سی ہے، کھیت میں ایک وقت میں ایک ہی طرح کے بیج ڈالے جاسکتے ہیں جب کہ مرد کے پاس بیج ہیں جو ایک سے زیادہ کھیتوں میں ڈالے جاسکتے ہیں۔ بنابریں ہم یہ نتیجہ نکال سکتے

ہیں کہ بقولِ محمد حنیف ندوی:

''عورت ایک آلہ تولید ہے جس کی کثرت میں کوئی مضائقہ نہیں۔''(٦٢)

تمدنی ضرورت

مرد اس قابل ہے کہ ایک سے زیادہ بیویوں کا بوجھ اٹھا سکے، یہ صرف اس کے ذاتی حوالے سے ہی نہیں بلکہ بسااوقات تمدن کے وسیع تر مفاد کے لئے ضروری بھی ہوتا ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ نے اسی جانب رہنمائی فرمائی ہے کہ تعددِ ازواج کے جواز کو یتیموں اور بیواؤں کی فلاح و بہبود کے لئے استعمال کیا جائے۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر ٣ میں اسی تمدنی افادیت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور اسی آیت کے حوالے سے امین احسن اصلاحی فرماتے ہیں:

''اس سے ایک معاشرتی مصلحت میں فائدہ اٹھانے کی طرف رہنمائی فرمائی گئی ہے، لیکن معاشرتی مصلحت صرف ایک یتیموں کی ہی مصلحت نہیں ہے بلکہ اور بھی مصلحت ہوسکتی ہے پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس سے فائدہ اٹھانے کی ممانعت ہو۔''(٦٣)

اگر کسی کے اوپر جنگ مسلط کردی جائے اور شہدا کی تعداد بڑھنے لگے تو یتیموں اور بیواؤں کی کفالت کے لئے تعددِ ازواج پر عمل ناگزیر ہوجاتا ہے اور مسلمان قوم میں تو جہاد قیامت تک جاری ہے۔ پھر اس جواز کی افادیت بھی قیامت تک جاری رہے گی۔ (ان شاء اللہ)

اس کے علاوہ اس جواز سے کتنے بڑے بڑے فائدے اٹھائے جاسکتے ہیں، اس کی صرف ایک مثال محمد حنیف ندوی کے قلم سے یوں بیان ہوتی ہے:

''ملکی حالات بعض دفعہ مجبور کردیتے ہیں کہ کثرتِ ازواج کی رسم کو جاری کیا جائے۔ جیسے یورپ میں جنگِ عظیم کے بعد۔ کیا ان حقائق کی روشنی میں کثرتِ ازدواج کی اجازت نہ دینا انسانیت پر بہت بڑا ظلم نہیں......؟''(٦٤)

الغرض نسل انسانی کے بقا کے لئے ایسا کرنا بہت ضروری بھی ہوجاتا ہے۔

انقلابی تدبیر

ہندوستان جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں۔ ان کو ندوی صاحب کا مشورہ ہے کہ وہ تعدد ازواج اور کثرتِ تناسل پر عمل کریں۔ ان شاء اللہ مسلمان اقلیت سے اکثریت میں تبدیل ہوجائیں گے اور یہ بڑی تبدیلی صرف چند دہائیوں میں عین ممکن ہے۔ ملاحظہ فرمایئے مولانا کی رائے:

''ہندوستان میں اگر مسلمان کثرتِ ازدواج پر عمل کرنے لگیں تو صرف پچاس سال کے بعد اقلیت بغیر کسی تبلیغ کے مبدل بہ اکثریت ہوجائے۔''(٦٥)

درحقیقت یہی وہ خطرہ ہے جس سے ڈر کر تمام دنیا کے کفار اور کفار کے مسلمان نما ایجنٹ تعدد ازدواج کے خلاف زہر اگلتے ہیں، کیونکہ اس وقت صرف اسلام پر عمل کرنے والے اسے اپنائے ہوئے ہیں اور اگر یہ رواج بڑھ گیا تو ہندوستان تو ایک طرف پوری دنیا میں کفار مسلمانوں کے مقابلے میں اقلیت میں آ جائیں گے۔ چنانچہ وہ مسلمانوں کو وحدتِ زوج اور محدود بچوں کا مشورہ دیتے ہیں اور اپنی مغربی اقوام کو منتیں کرتے ہیں کہ زیادہ بچے پیدا کرو۔

اگر کسی تمدن میں قانون صرف ایک بیوی رکھنے کا ہو تو وہاں لازماً بے راہ روی پھیلے گی۔ دیارِ مغرب اس کی واضح مثالیں ہیں۔ جہاں کھلی شہوانیت کی حوصلہ افزائی ہے اور پابندیٔ یک زوجی بھی، وہاں پھر مرد دیگر عورتوں سے ناجائز تعلقات استوار کررہے ہیں۔ وہ اقوام اخلاقی بدحالی کا شکار ہیں۔ کنواری ماؤں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور اس کی نسبت (Ratio) دن بدن معاشرے میں بڑھ رہی ہے۔ ناجائز بچے کثرت سے ہورہے ہیں۔ نسب نامے کم ہورہے ہیں۔ خاندان مٹ رہے ہیں۔ مزید برآں حرامی بچے لاوارث ہوتے ہیں جن کی ذمہ داری کوئی قبول نہیں کرتا۔ یہ ذمہ داری بھی ریاست کو اٹھانا پڑتی ہے۔ نتیجۃً ریاست کو دشواریوں کا سامنا ہے۔

آپ اندازہ لگائیں کہ کہ اگر کسی معاشرے میں ناجائز بچوں کی تعداد زیادہ ہوجائے جن کا کوئی وارث نہ ہو۔ جو شتر بے مہار کی طرح معاشرے میں زندگی گزاریں۔ ان کی اخلاقی تربیت کے لئے کسی باپ کی ذمہ داری نہ ہو، تو یہ بچے معاشرے کے جرائم کی نرسری بن جاتے ہیں اور یہ بڑے ہوکر چونکہ باضابطہ رشتہ داری کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوتے لہٰذا جنسی اباحیت پھیلاتے ہیں۔ مغربی معاشرے میں اب یہ عام ہے۔ جہاں انہوں نے مادّی، سائنسی ترقی کی ہے، وہاں اخلاقی طور پر ان کا دیوالیہ تقریباً نکل چکا ہے اور یہ پہلو ایسا ہے جس کا انجام تباہی کے سوا کچھ نہیں۔ اگر اہل مغرب نے بھی تعددِ ازواج کے قانون کو اپنایا ہوتا اور عورت کو چار دیواری میں رکھا ہوتا تو کم از کم اتنی خطرناک صورتحال نہ ہوتی۔

لیکن وہ تو اس کے برعکس یہ چاہتے ہیں کہ ''ہم تو ڈوبے ہیں صنم تمہیں بھی لے ڈوبیں گے!'' وہ اہل اسلام کو ورغلانے کی پوری کوشش کررہے ہیں اور اپنی ترقی کے نام پر انہیں بھی اباحیت وعریانیت اپنانے کے پرزور دعوت دے رہے ہیں اور اب تو امداد بھی ایسی آزادی کے ساتھ مشروط کررہے ہیں تاکہ ان میں بھی گند پھیلے اور یہ ہمارے مقابلے میں آنے کے قابل نہ رہیں۔ کیونکہ اسلحہ کتنا ہی کیوں نہ ہو، اگر بندہ نفسانی خواہشات کا غلام ہو تو کبھی بھی غالب نہیں آ سکتا۔ ایسی صورتحال کے تدارک کے لئے ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ اس کا بہترین حل تعددِ ازواج کا جواز ہے۔ دیکھئے یہی حقیقت مولانا مودودیؒ 'تفہیم القرآن' میں

بیان کرتے ہیں:

''بعض حالات میں یہ چیز ایک تمدنی اور اخلاقی ضرورت بن جاتی ہے۔ اگر اس کی اجازت نہ ہو تو پھر وہ لوگ جو ایک عورت پر قانع نہیں ہوسکتے، حصارِ نکاح سے باہر صنفی بدامنی پھیلانے لگے جاتے ہیں جس کے نقصانات تمدن و اخلاق کے لئے اس سے بہت زیادہ ہیں جو تعددِ ازواج سے پہنچ سکتے ہیں۔''(٦٦)

صرف چار ہی کیوں؟

اسلام سے قبل صورتحال اتنی دِگرگوں تھی کہ لوگ جتنی چاہتے بیویاں رکھتے۔ یہ حالت نہ صرف عرب کے جاہلوں کی تھی بلکہ دیگر اَدیان کے مذہبی راہنماؤں کے متعلق آپ جان چکے ہیں کہ وہ بھی کثرتِ ازواج پر کاربند تھے اور یہ بات ان کی شرائع میں رائج تھیں۔ مگر ایسا معاملہ تھا کہ بالعموم بیویوں کے درمیان اس سے انصاف نہیں ہو پاتا۔ چنانچہ شریعتِ محمدیہ میں اس عمومی اجازت کو چار تک محدود کردیا گیا تاکہ مرد اپنی بیویوں کے درمیان آسانی سے انصاف کرسکے۔ حافظ ابن قیم إغاثة اللهفان میں لکھتے ہیں:

"ومنع من تجاوز أربع زوجات لكونه ذريعة ظاهرة إلى الجور وعدم العدل بينهن وقصر الرجال على الأربع فسحة لهم في التخلص من الزنى......الخ"(٦٧)

''اور چار بیویوں کی حد سے تجاوز کرنے سے منع کیا گیا، کیونکہ چار سے تجاوز کرنا ان کے درمیان واضح ذریعہ تھا ظلم اور نا انصافی کی طرف اور مردوں کو چار بیویوں تک محدود کردیا تاکہ ان کو زنا سے چھٹکارے میں آسانی رہے۔''

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ

''تین سے آگے کثرت کی حد شروع ہوجاتی ہے۔ تین راتوں سے زیادہ عورت خاوند سے دور رہے تو کثرتِ دوری کہلائے گی۔ اس لئے شریعت نے چار بیویوں تک کی اجازت دی کہ زیادہ سے زیادہ تین راتوں کی تنہائی کے بعد عورت کی اپنے خاوند سے شب بسری ممکن ہو۔''(٦٨)

اور یہی وہ مناسب توضیح ہے جس کی تائید ابن قیم إعلام الموقعین میں بایں الفاظ فرماتے ہیں:

"ولرجوعه إلى الواحدة بعد صبر ثلاث عنها والثلاث أول مراتب الجمع"(٦٩)

''تین راتوں کے بعد پہلی بیوی کے بعد پلٹ آنا کیونکہ تین 'جمع' کا پہلا درجہ ہے۔''

اسکے علاوہ چند خوبصورت حکمتیں اور بھی بیان کی جاتی ہیں، مولانا اشرف علی تھانوی کا خیال ہے کہ

''آدمی جب کسی عورت کو نکاح میں لائے گا تو کم از کم یہ عورت اس کے لئے تین ماہ تک کافی ہے۔ کیونکہ حمل کی شناخت کم از کم تین ماہ تک مقدر ہے۔ دورانِ حمل عورت سے صحبت سے جنین پر

برا اثر پڑنے کا اندیشہ ہے اور عورت بھی اپنی خواہش نفس سے توجہ ہٹا کر بچے کی طرف مبذول کر دیتی ہے۔ لہٰذا اس عورت کو آرام دے۔ اس کے بعد دوسری عورت سے نکاح وصحبت ہو تو تین ماہ بعد وہ بھی اسی کیفیت والی ہوگی۔ اس کے بعد تیسری بیوی سے پھر تین ماہ تک اگر تعلق قائم رکھے تو کل نو ماہ ہوئے، ابھی پہلی بیوی فارغ نہ ہوئی، لہٰذا چوتھی بیوی کی ضرورت ہوگی اور اس کے تین ماہ بعد پہلی بیوی بچے سے فارغ ہوچکی ہوگی۔ لہٰذا اس کا دورانیہ پھر سے شروع ہوسکتا ہے۔ چوتھی کے بعد پانچویں کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اوّل بیوی اس کے قابل ہوچکی ہوگی، اسی طرح باری باری سب بیویاں اس کی صحبت کے قابل ہوکر دوبارہ بچہ جننے کے عمل کے لئے تیار ہوسکتی ہیں اور یہ اس شخص کے لئے کافی تعداد ہے جس کی جنسی خواہش بڑھی ہوئی ہو۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ عرب جو کہ اس خواہش میں بڑھے ہوئے تھے، ان کے لئے یہ تعداد مناسب رہی۔[۷۰]

اسی سے ملتی جلتی ایک توضیح اور بھی ہے کہ مزاج انسانی کی چار قسمیں ہیں بلکہ ظاہری موسم بھی چار قسم کے ہوتے ہیں۔ گویا جو چار مزاجوں سے لطف اندوز ہوا، اس کو مزید کی ضرورت نہیں بلکہ تکمیل شد۔ غرضیکہ مختلف حکما نے مختلف وجوہات بارے ذہن رسائی کی ہے۔ مگر امر فیصل یہی ہے کہ وجہ معلوم ہو یا نہ ہو، یہ اجازتِ الٰہی سے ہے لہٰذا اس پر عدمِ اتفاق حرام ہے۔

قرآن وسنت نے آزاد عورتوں سے نکاح کی حد مقرر کی ہے، مگر لونڈیاں رکھنے کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔ اس وجہ سے کہ یہ بھی عام اَموال کی طرح ایک مال کی قسم ہے جسے بیچا اور خریدا جاسکتا ہے۔ اسے وہ حقوق حاصل نہیں جو بیوی کو حاصل ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان میں حد بندی نہیں کی گئی۔[۷۱] البتہ اسلام نے غلام آزاد کرنے کی ترغیب دی اور لونڈیاں بنانے کے عمل کی حوصلہ شکنی کی۔ چنانچہ آج اہل اسلام میں ان کا رواج نہیں رہا۔ اس حوالے سے اس معاملے پر غور وخوض کی مزید کی گنجائش نہیں رہی کیونکہ اب یہ کوئی ایسا معاملہ نہیں ہے جو درپیش ہو۔

عورت کیلئے صرف ایک خاوند کیوں؟

اس امر پر صرف مسلمانانِ عالم ہی نہیں بلکہ دنیا کی تمام مہذب اَقوام متفق ہیں اور ساری تاریخ میں متفق رہی ہیں کہ عورت کا خاوند ایک ہونا چاہئے۔ البتہ جاہل اور بے راہرو قوموں کو اس سے مستثنیٰ کیا جاتا ہے۔ آج کل کچھ شیطانی فکر رکھنے والے لوگ اس بات پر بھی معترض ہیں کہ مرد کو اگر چار عورتوں کی اجازت ہے تو عورت کو چار مردوں کی اجازت کیوں نہیں؟ اس کیوں کا جواب محققین نے چند پہلوؤں سے دیا ہے:

اشتباہِ نسل: الشیخ فرید الدین عطار لکھتے ہیں کہ یہی مذکورہ سوال ایک دفعہ ابوحنیفہ نعمان بن

ثابت سے کیا گیا۔ سوال کرنے والی عورتیں تھیں۔ آپ سوال سن کر اُلجھن میں پڑ گئے اور کہا کہ اس کا جواب کسی اور وقت دوں گا اور اس اُلجھن میں گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ آپ کی صاحبزادی حنیفہ نے اُلجھن کی وجہ دریافت کی تو آپ نے اپنی اُلجھن یعنی عورتوں کا سوال پیش کردیا۔ یہ سن کر صاحبزادی نے عرض کی کہ اگر آپ اپنے نام کے ساتھ میرے نام کو بھی شہرت دینے کا وعدہ کریں تو میں عورتوں کو اس کا جواب دے سکتی ہوں۔ جب آپ نے وعدہ کرلیا تو صاحبزادی نے کہا کہ عورتوں کو میرے پاس بھجوا دیجئے۔ چنانچہ جب عورتیں آگئیں تو صاحبزادی نے ایک ایک پیالی ہر عورت کے ہاتھ میں دے کر کہا کہ اپنی اپنی پیالی میں تم سب تھوڑا تھوڑا اپنا دودھ ڈال دو جب انہوں نے ایسا کیا تو ایک بڑا پیالہ ان کو دے کر کہا کہ اب سب پیالیوں کا دودھ اس میں ڈال دو اور جب عورتوں نے یہ عمل بھی کردیا تو کہا کہ اب تم سب اس پیالے سے اپنا اپنا دودھ نکال لو...... تو عورتوں نے کہا کہ یہ تو ناممکن ہے۔ تب صاحبزادی نے کہا کہ جب کئی شوہروں کی شرکت تمہاری اَولاد میں ہوگی تو تم یہ کیونکر بتلاسکو گی کہ یہ اولاد کس شوہر کی ہے؟ اس جواب سے وہ عورتیں ششدر رہ گئیں اور امام صاحب نے اسی دن سے ابوحنیفہ کی کنیت اختیار کرلی......الخ،،(۷۲)

اگرچہ یہ واقعہ کئی پہلوؤں سے تنقیدی مطالعے کا محتاج ہے۔ خصوصاً شبلی نعمانی جنہوں نے سیرۃ النعمان لکھی ہے، وہ اس کتاب میں بڑی شدومد سے انکار کرتے ہیں کہ امام موصوف کی اولاد میں سے کسی بیٹی کا نام حنیفہ نہ تھا اور نہ ہی کنیت کا باعث کوئی بیٹی تھی۔(۷۳) اسی طرح یہ واقعہ مشکوک ہے۔ مگر جس فلسفے اور دینی امر کی حکمت کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے، وہ بالکل درست ہے کہ اگر عورت کو ایک سے زیادہ خاوندوں کی اجازت ہو تو نسب نامے خلط ملط ہوجائیں گے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ بھی اسی طرف اشارہ فرماتے ہیں:

"إنما كان لعارض راجح وهو خوفه اشتباه الأنساب"(۷۴)

''بیشک ایسا واضح اعتراض کی وجہ سے ہے جو کہ نسب ناموں کی مشابہت کا خوف ہے۔''

حافظ ابن قیم فرماتے ہیں: "وضاعت الأنساب" (۷۵)

''اگر عورت کو زیادہ خاوندوں کی اجازت دی جاتی تو نسب نامے ضائع ہوجاتے''

عملاً دیکھئے کہ کیا آج کل یورپ و مغرب میں نسب نامے گم نہیں ہورہے تو یہ ایک بڑی وجہ ہے عورت کو ایک خاوند تک محدود کرنے کی۔

صنفی کمزوریاں: مرد کو اللہ نے عورت کے مقابلے میں زیادہ قوی بنایا ہے۔ جبکہ عورت کو فطری طور پر چند تعذرات درپیش ہیں اور وہ ہر ماہ چند ایام ایسی مخصوص حالت میں گزارتی ہے کہ مرد کے

قابل نہیں ہوتی۔ نیز عورت خواہ کیسی ہی زور آور ہو جب وہ حاملہ ہوجاتی ہے تو اس کی توجہ مردانہ کشش کی بجائے جنین کے تحفظ کی طرف منتقل ہوجاتی ہے۔ چنانچہ ایک عورت ایک مرد کو مکمل نہیں۔ کجا یہ کہ ایک عورت کو چند مردوں کے لئے کافی سمجھ لیا جائے۔ خلاصۃً محمد حنیف ندوی کہتے ہیں:

''عورت کی صنفی کمزوریاں اور بیماریاں بجائے خود تعددِ ازواج کی دعوت ہیں۔''(۷۶)

فسادِ عالم: مرد عورت کے معاملے میں رقیب برداشت نہیں کرتا۔ شروع تاریخ سے ہابیل وقابیل کے قصے سے لے کر آج تک کتنی مثالیں موجود ہیں۔ کتنے قتل صرف اسی رقابت و غیرت کی بنا پر ہوئے۔ اور کتنے گھر صرف ایک عورت کے مختلف چاہنے والوں کی باہمی لڑائی سے اُجڑے ہیں۔ اگر اس احمقانہ خیال کو مان لیا جائے کہ عورتوں کو بھی کثرتِ بعول کی اجازت ہونی چاہئے تو پھر دنیا کے نقشے پر فساد ہی فساد ہوگا، قتل و غارت ہوگی اور عشق کی خاطر خون بہے گا۔ کیا اس قسم کی باتیں کرنے والے دنیا کو تباہ کرنے کا حیلہ کئے بیٹھے ہیں؟ حافظ ابن قیم لکھتے ہیں:

"ولو أبيح للمرأة أن تكون عند زوجين فأكثر، لفسد العالم وضاعت الأنساب وقتل الأزواج بعضهم بعضا وعظمت البلية واشتدت الفتنه وقامت سوق الحرب على ساق...... الخ"(۷۷)

''اور اگر عورت کو جائز ہو کہ وہ دو خاوند کرے یا اس سے زیادہ تو دنیا میں فساد برپا ہوجائے اور نسب نامے ضائع ہوجائیں اور خاوند ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کردیں اور بہت بڑی آزمائش کھڑی ہوجائے اور فتنہ زبردست ہو اور لڑائی مارکٹائی کا بازار پوری تندہی سے گرم ہوجائے......''

الحمد للہ، عورت کو ایک شوہر تک محدود رکھنا اللہ کی بڑی رحمت اور کرم نوازی ہے۔ یہ تو دنیا پر اللہ کی خاص رحمت پھیلانے والا اُصول ہے۔ جس سے عالم کی بقا ہے اور حق بات تو یہ ہے کہ اللہ کا ہر حکم رحمتوں بھرا ہے اور انسانی مفاد میں ہے۔ بندے کو خواہ مخواہ الجھن میں نہیں پڑنا چاہئے۔ ہماری دانائی اس حکیم کے سامنے کچھ بھی تو نہیں۔

ماحصل

اہل مغرب، یورپ اور ان جیسی تہذیب رکھنے والے ممالک جنسی اِباحیت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ وہاں صنفی خواہش اور تلذذ کو بھڑکانے والے محرکات وعوامل کو دن بدن پذیرائی حاصل ہو رہی ہے۔ جس کی وجہ سے اپنے شوہر یا بیوی کے علاوہ دیگر خواتین وحضرات سے بھی ناجائز تعلق رکھنا نہ صرف عام ہے بلکہ اب کوئی معیوب امر بھی نہیں سمجھا جاتا۔ البتہ بیوی کی موجودگی میں کوئی داشتہ سے نکاح کرے تو اسے بہت معیوب سمجھتے ہیں۔ قانونی تعددازواج کو برا خیال کیا جاتا ہے جبکہ غیر قانونی تعددِ ازواج کا عام رواج ہے۔

ان ممالک کے لوگ بچوں کو پالنا مصیبت سمجھتے ہیں کیونکہ بچے ان کی زندگی کی رنگینیاں غارت کردیتے ہیں۔ لہٰذا ایک تو ان ممالک میں قلتِ اولاد اور آبادی میں کمی کا مسئلہ درپیش ہے۔ دوسرا اگر بچے ہیں بھی تو ان میں حرامی بچوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ مزید برآں ناجائز بچوں اور کنواری ماؤں کی تعداد میں مسلسل ہوشربا اضافہ ہورہا ہے۔ نتیجۃً وہاں نسب نامے گم ہورہے ہیں، خاندان سکڑ چکے ہیں۔ جنسی درندے تمام اخلاقیات کو پامال کرکے تہذیب وتمدن کا بیڑا غرق کررہے ہیں۔ ناجائز بچے جن کا کوئی وارث اور ذمہ داری قبول کرنے کو کوئی تیار نہیں ہوتا، وہ معاشرے میں مزید آزادی سے گند ڈال رہے ہیں۔ یہ ایک اور خطرناک صورتحال ہے!!

ضرورت تو یہ تھی کہ سنجیدہ لوگ اس گندگی کی صفائی کا کچھ بندوبست کرتے، لیکن اہل مغرب نے مزید ڈھٹائی کا مظاہرکرتے ہوئے اپنے اس معاشرتی عکس کو روشن خیالی، جدت پسندی اور ترقی کا نام دیا ہے اور چاہتے ہیں کہ باقی دنیا بھی ان ہی کی طرح ہوجائے۔ تاکہ اس دنیا کے حمام میں سب ہی ننگے اور نکٹے ہوں اور کوئی بھی ان کی طرف انگلی اٹھانے کی جرات نہ کرسکے۔ خصوصاً اسلامی تہذیب اور مسلمان تو انہیں بہت ہی کھٹکتے ہیں کیونکہ اسلام حیا کا سبق سکھاتا ہے۔ غیرمحرم سے تعلقات کو زنا اور گناہِ کبیرہ شمار کرتا ہے۔ نیز مسلمان بچوں سے نفرت بھی نہیں کرتے اور اسلام اس شخص کو جسے تسکین کے لئے ایک بیوی کافی نہ ہو، دوسری، تیسری اور چوتھی بیوی کرنے کی اجازت بھی دیتا ہے۔ تاکہ معاشرے میں ناجائز تعلقات پیدا کرنے کا جواز ہی باقی نہ رہے۔ بلکہ اگر کبھی جنگ وغیرہ کے نتیجے میں مردوں کی تعداد کم ہوجائے تو یتیموں اور بیواؤں کو اس اجازت کے ذریعے معقول سہارا مل سکے یا اس کے علاوہ بھی ملک وقوم کی جب بھی خدمت کے لئے، اس جواز کی ضرورت ہو، اسے استعمال میں لایا جائے۔

تعددِ ازواج کی اجازت کے اسلامی اصول سے دنیا کے کافر بہت خوفزدہ ہیں کیونکہ وہ اب وحدتِ زوج اور قلتِ اولاد کا اصول اپنا چکے ہیں۔ جبکہ تعددِ ازواج سے مسلمان کثرت سے اور تیزی سے اپنی نسل کو بڑھا سکیں گے۔ ان کو خطرہ ہے کہ اگر مسلمان کی آبادی بڑھنے کی یہی صورتحال رہی یا اس سے بھی تیز ہوگئی تو کہیں ہم اقلیت اور مسلمان دنیا کی اکثریت نہ بن جائیں۔ بغیر کسی جنگ وانقلاب کے مسلمان دنیا پر چھا جائیں گے۔ بلکہ بقول محمد حنیف ندوی ''اگر صرف ہندوستان کے مسلمان تعددِ ازواج کے اصول کو اپنا لیں تو بغیر کسی خاص محنت کے صرف پچاس برس میں وہ ہندوستان کی اکثریت میں تبدیل ہوجائیں گے۔''...... اور یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ جو مسلمان زنا سے بچیں اور کردار وایمان کی حفاظت کریں، دنیا کے کافروں کو خطرہ بھی ان ہی سے ہے۔

دنیا کے کافر لوگ چاہتے ہیں کہ ان خطرات کا سدباب ہو۔ اہل اسلام میں بھی فحاشی پھیلے، ان کو بچے کم پیدا کرنے کی ترغیب دو۔ اسی شرط کے ساتھ امداد دو۔ اسی ضمن میں وہ تعددازواج کے قانون کو ختم کرنے کے درپے ہیں۔ کھلم کھلا اس کے خلاف بولتے ہیں۔ منکرین حدیث اور نام نہاد حقوقِ انسانی کے ڈھنڈورچی اس معاملے میں پیش پیش ہیں۔ انہوں نے ناپاک جسارت کرتے ہوئے اسے اسلام سے خارج کرنے کی مذموم کوشش کی...... حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ چار بیویوں کی اجازت اٹل ہے۔ جب سے انسان دنیا پر آئے ہیں، آج تک نسل انسانی اس پر عمل پیرا ہے۔ مذاہبِ عالم کی مقدس کتب اپنے پیغمبروں اور مقدس ہستیوں کے بارے میں ناقل ہیں کہ وہ اس پر کاربندرہے۔ خود رسول اللہ ﷺ نے اس پر عمل کیا۔ قرآن وحدیث نے اہل ایمان کو چار بیویوں کی اجازت دی ہے۔ اور تمام اُمت کا آج تک اس جواز پر اجماع رہا ہے۔ خلفائے راشدین مرتے دم تک اس پر عامل رہے۔

یہ اجازت ضروری ہے تاکہ مغلوب الشہوۃ نہ زنا کرے اور نہ معاشرے میں اخلاقی اقدار کو پامال کرے تاکہ ہمارا معاشرہ ان قباحتوں سے محفوظ رہ سکے جو اہل کفر کو درپیش ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس اجازت کو بخوشی نہ صرف قبول کیا جائے بلکہ عامل کے لئے حائل مشکلات کا ازالہ ہو اور اسلام نے جن شرائط کے ساتھ اجازت دی ہے، ان شرائط کے ساتھ اس کو رواج بھی دیا جائے خصوصاً وہ ممالک جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں، وہ بچے زیادہ پیدا کریں اور تعددِ ازواج کے اُصول پر ضرور عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ سب کی عصمت کا محافظ ہو۔ آمین !

1- Encyclopedia Britannica Vol: VIII,P.97 (Root Polygamy), 2- Do Vol:VI, P.1002.

۳۔ غلام احمد پرویز، قرآنی قوانین، عنوان تعددِ ازواج، ص ۵۸، ۵۷، طبع طلوعِ اسلام ٹرسٹ لاہور

۴۔ کتاب مقدس (بائبل) پیدائش، باب نمبر ۴، آیت نمبر ۱۹، صفحہ ۸، طبع بائبل سوسائٹی لاہور

۵۔ حافظ اسماعیل ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ (اردو) نفیس اکیڈمی کراچی، ج اوّل ص ۲۳۴، ۲۳۳

۶۔ بائبل، پیدائش، باب نمبر ۳۱، آیت نمبر ۴۷/۳

۷۔ غلام رسول چودھری، مذاہبِ عالم کا تقابلی مطالعہ، علمی کتب خانہ لاہور، ص ۱۵۸

۸۔ بائبل، پیدائش، باب نمبر ۲۶ آیت نمبر ۳۴ ۹۔ ایضا

۱۰۔ الخازن علی بن محمد، تفسیر الخازن، طبع دار الکتب العربیہ پشاور، ج ۴ ص ۳۵، زیر آیت ۳۸/۴۳، سورۃ صٓ

۱۱۔ ایضاً ج ۴ ص ۴۱ ۱۲۔ بائبل، سلاطین اوّل، باب نمبر ۱۱، آیت نمبر ۳، صفحہ ۳۴۰

۱۳۔ بائبل، خروج، باب نمبر ۲، آیت نمبر ۲۱ ۱۴۔ بائبل، گنتی، باب نمبر ۱۲، آیت نمبر ۱، ص ۱۳۷

۱۵۔ عبدالعلیم ماہر، سیرتِ نبوی کا ازدواجی پہلو، ماہنامہ السراج، جھنڈا نگر نیپال، ۱۹۹۶ء، جلد ۳، شمارہ ۳، ص ۲۱ ۱۶۔ ایضاً

۱۷۔ سیرتِ نبوی کا ازدواجی پہلو، ماہنامہ السراج، ج ۳، ش ۳، ص ۲۱

۱۸۔ محمد حنیف ندوی، سراج البیان فی تفسیر القرآن، ملک سراج دین پبلشرز، لاہور، ج اوّل، ص ۱۸۲، زیر آیت ۳/۴ نساء

۱۹۔ طبری ابن جریر، جامع البیان عن تاویل آی القرآن المعروف تفسیر طبری، طبع مصطفیٰ البابی الحلبی بمصر، ج ۳، ص ۲۳۴

۲۰۔ القرآن: النساء: ۳ ۲۱۔ صحیح مسلم، الجامع الصحیح البخاری، کتاب النکاح: باب لا یتزوج اکثر من اربع حدیث نمبر ۵۰۹۸

۲۲۔ قرآنی قوانین (مذکور) ص ۵۸ ۲۳۔ ایضاص ۵۷ ۲۴۔ القرآن: النساء: ۱۲۹

۲۵۔حافظ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر (اردو) کارخانہ تجارت کتب کراچی، ج اول ص ۱۱۲، زیر آیت ۴/۱۲۹
۲۶۔مودودی ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، جلد اول، ص ۳۲۱، زیر آیت ۴/۳
۲۷۔مودودی ابوالاعلیٰ، مسئلہ تعدد ازواج، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور، ص ۱۰۔۹
۲۸۔امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن تفسیر، فاران فاؤنڈیشن لاہور، جلد دوم، ص ۲۵۳، زیر آیت ۴/۳
۲۹۔الجامع الترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی الرجل یسلم وعندہ عشر نسوۃ
۳۰۔السیوطی، جلال الدین، درمنثور فی تفسیر الماثور، طبع بیرت ج ۲ ص ۱۱۹
۳۱۔سنن ابی داوٴد، کتاب الطلاق، باب من اسلم وعندہ نساء اکثر من اربع
۳۲۔مسند الشافعی، کتاب النکاح، دارالکتب العلمیہ بیروت، کتاب النکاح، الباب الثالث فی الترغیب فی التزوج: ۱۶/۲
۳۳۔ابن ہشام، سیرتِ ابن ہشام (اردو) طبع شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، جلد دوم، ص ۸۰۲
۳۴۔ابن حجر الحافظ العسقلانی، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، دارالکتب العلمیہ بیروت، ج ۸ ص ۴۶۷
۳۵۔ایضاً ۳۶۔ایضاً ج ۸، ص ۱۶ ۳۷۔ایضاً ۲۲۸/۸ ۳۸۔ایضاً ۴۶۵/۸
۳۹۔اکبر شاہ خان نجیب آبادی، تاریخ اسلام، نفیس اکیڈمی کراچی، ج ۳ ص ۴۴۵ ۴۰۔ایضاً ج ۳ ص ۴۵۴
۴۱۔السرخسی شمس الدین، المبسوط، طبع بیروت، باب النکاح فی العقود المتفرقہ، المجلد الثالث جزء الخامس، ص ۱۶۱
۴۲۔القرطبی، تفسیر الجامع لاحکام القرآن، طبع ندارد، المجلد الخامس، ص ۱۷ زیر آیت ۴/۳
۴۳۔ابن حجر الحافظ العسقلانی، فتح الباری، طبع مکتبہ السّلفیہ مدینہ منورہ، کتاب النکاح، ج ۹، ص ۱۳۹
۴۴۔تفسیر الخازن (مذکور) ۳۴۳/۱ ۴۵۔ابن قدامہ مقدسی، المغنی ویلیہ الشرح الکبیر، دارالکتب بیروت، ج ۷ ص ۴۳۶
۴۶۔ابن قیم الجوزیہ، بدائع الفوائد، ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ مصر، ج ۴ ص ۴۱
۴۷۔ایضاً ۴۸۔تفسیر سراج البیان (مذکور) ۱۸۲/۱
۴۹۔شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، مکتبہ السّلفیہ لاہور، مبحث فی صفۃ النکاح (المحرمات) ج ۲، ص ۱۳۲
۵۰۔مسئلہ تعدد ازواج (مذکور) ص ۳۲
۵۱۔ابن قیم الجوزیہ، اعلام الموقعین، مکتبہ الکلیات الازہریۃ مصر، فصل قصر عدد زوجات علی اربع، ج ۲، ص ۱۰۳
۵۲۔حجۃ اللہ البالغہ (مذکور) ۱۳۲/۲ ۵۳۔مسئلہ تعدد ازواج، ص ۳۲ ۵۴۔ایضاً
۵۵۔ایضاً ۵۶۔بدائع الفوائد (مذکور) ۶۱/۴ ۵۷۔ایضاً ۵۸۔اعلام الموقعین (مذکور) ۱۰۵/۲
۵۹۔بدائع الفوائد، ۶۱/۴ ۶۰۔حجۃ اللہ البالغہ، ۱۳۳/۲
۶۱۔محمد آفتاب خان ڈاکٹر، قرآن حکیم اور علم الجنین، ادارۂ مطبوعات سلیمانی لاہور، ص ۵۵
۶۲۔تفسیر سراج البیان، ۱۸۲/۱ ۶۳۔تدبر قرآن (مذکور) ۲۵۳/۲ ۶۴۔تفسیر سراج البیان، ۱۸۲/۱
۶۵۔ایضاً ۶۶۔تفہیم القرآن ۳۲۱/۱
۶۷۔ابن قیم الجوزیۃ، إغاثة اللهفان، دارالکتب العربی، بیروت، فصل فی سد الذرائع، جلد اوّل، ص ۵۰۱
۶۸۔حجۃ اللہ البالغہ، ۱۳۳/۲ ۶۹۔اعلام الموقعین، ۱۰۳/۲
۷۰۔سلطان احمد راہی، اسلام کا نظریۂ جنس، الفیصل ناشرانِ کتب لاہور، ص ص ۱۰۱۔۱۰۰ ۷۱۔اعلام الموقعین، ۱۰۴/۲
۷۲۔فرید الدین عطار الشیخ، تذکرۃ اولیاء (اُردو) نذیر سنز پبلشرز اردو بازار لاہور، ص ص ۱۵۳۔۱۵۲
۷۳۔شبلی نعمانی، سیرۃ النعمان، طبع مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، ص ۳۴ ۷۴۔حجۃ اللہ البالغہ، ۱۳۳/۲
۷۵۔اعلام الموقعین ۱۰۵/۲ ۷۶۔تفسیر سراج البیان، ۱۸۲/۱ ۷۷۔اعلام الموقعین ۱۰۴/۲

دُعا و مناجات

محمد جمیل اختر

دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں؟

یہ مسئلہ انتہائی اہم اور اکثر و بیشتر لوگوں سے سننے میں آیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بکثرت دعا کرتے ہیں لیکن ان کی دعا قبول نہیں ہوتی! آخر وجہ کیا ہے کہ لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی؟

یوں تو اس کی متعدد وجوہات ہیں لیکن بنیادی وجہ یہ ہے کہ دعا کرنے والا مسنون طریقے سے دعا نہیں مانگتا اور دعا کی قبولیت کی وہ شرائط، جن کا دھیان رکھنا ضروری ہے، ان کا اپنی دعا میں اہتمام نہیں کرتا۔ جس طرح ایک حکیم کسی مریض کو دوا دیتا ہے اور اس کے ساتھ کئی چیزوں سے احتیاط، اجتناب اور پرہیز بھی تجویز کرتا ہے کہ اگر مریض ان پر عمل کرے گا تو تندرست ہوجائے گا لیکن اگر وہ مریض ان تدابیر وتجاویز پر عمل نہ کرے اور جتنی چاہے دوا استعمال کرتا رہے تو وہ دوا کارگر ثابت نہیں ہوتی۔ اِلا کہ ان احتیاطوں اور تدابیر پر عمل نہ کرلے جو حکیم نے اسے بتائی ہیں۔ دعا کی قبولیت کی بھی اسی طرح چند شرائط ہیں جو قرآن وسنت سے حاصل ہوتی ہیں، جب تک ان شرائط پر عمل کرتے ہوئے دعا نہ کی جائے، دعا قبول نہ ہوں گی...... وہ شرائط بالاختصار درجِ ذیل ہیں:

دُعا کی شرائط وضوابط

1 اخلاص

دعا کی قبولیت کے لئے سب سے اہم اور ضروری شرط یہ ہے کہ دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ کو اپنا حقیقی معبود سمجھتے ہوئے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے دعا کرے، غیراللہ سے دعا نہ کرے۔ اللہ کے دَر کے علاوہ اور کے دَر پر اپنی جھولی نہ پھیلائے۔ خالقِ حقیقی کو چھوڑ کر مخلوق کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کرے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ (غافر:٦٥)

''تم خالص اسی کی عبادت کرتے ہوئے اسے پکارو۔''

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ

''اس آیت سے ثابت ہوا کہ اخلاص قبولیتِ دعا کی لازمی شرط ہے۔'' (فتح الباری:١١/٩٥)

2 حرام سے اجتناب

کسی شخص کا کوئی نیک عمل اس وقت تک قابل قبول نہیں جب تک کہ وہ حرام کاری اور حرام خوری

سے مکمل اجتناب نہ کرے۔ لیکن اگر وہ حرام کا کھائے، حرام کا پئے، حرام کا پہنے تو اس شخص کے نیک اعمال ہرگز شرفِ قبولیت حاصل نہیں کرسکتے اور چونکہ دعا بھی ایک نیک عمل ہے، اس لئے یہ بھی اسی صورت میں قبول ہوگی جب دعا کرنے والا ہر حرام کام سے اجتناب کرے۔ بصورتِ دیگر اس کی دعا ہرگز قبولیت کے لائق نہیں جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

> ''ایک آدمی لمبا سفر طے کرتا ہے، اس کی حالت یہ ہے کہ اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں، چہرہ خاک آلود ہے اور وہ (بیت اللہ پہنچ کر) ہاتھ پھیلا کر کہتا ہے: یاربّ! یاربّ! حالانکہ اس کا کھانا حرام کا ہے، اس کا پینا حرام کا ہے، اس کا لباس حرام کا ہے اور حرام سے اس کی پرورش ہوئی تو پھر اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو کیسے قبول کرے۔'' (مسلم:۱۰۱۵)

3 توبہ

اگر دعا کرنے والا دعا کرے اور ساتھ گناہ والے کام بھی کرتا رہے یا ان سے توبہ نہ کرے تو ایسے شخص کی دعا بارگاہِ الٰہی میں شرف قبولیت حاصل نہیں کرسکتی۔ اس لئے دعا کرنے والے کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے، توبہ اور استغفار کرے جیسا کہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: ﴿وَيٰـقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ﴾ (ھود:۵۲)

> ''اے میری قوم کے لوگو! تم اپنے پالنے والے سے اپنی تقصیروں کی معافی طلب کرو اور اس کی جناب میں توبہ کرو، تاکہ وہ برسنے والے بادل تم پر بھیج دے اور تمہاری طاقت پر اور طاقت بڑھا دے اور تم گنہگار ہوکر روگردانی نہ کرو۔''

4 عاجزی وانکساری

دعا میں عاجزی وانکساری اختیار کرنے کا حکم قرآن مجید میں اس طرح دیا گیا کہ

﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً﴾ (الاعراف:۵۵)

''تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے بھی ......''

اس آیت سے ثابت ہوا کہ دعا کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے حضور خوب عاجزی کا اظہار کرنا چاہئے۔

5 دعا کے اندر زیادتی نہ کی جائے

اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی زیادتی وتجاوز سے منع فرمایا ہے بالخصوص دعا میں زیادتی سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً إِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾ (الاعراف:۵۵)

> ''تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے بھی۔ واقعی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو

ناپسند کرتا ہے جو حد سے نکل جائیں۔''

دعا میں زیادتی کی کئی صورتیں ہیں مثلاً حرام اور ممنوع چیزوں کے لئے دعا کرنا یا ہمیشگی کی زندگی کی دعا کرنا یا بلا وجہ کسی کے لئے بری دعا کرنا، اسی طرح کی تمام زیادتیوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔

6 معلق دعا نہ کی جائے

معلق دعا سے مراد وہ دعا ہے جس میں دعا اس طرح کی جائے کہ اے اللہ! اگر تو چاہتا ہے تو مجھے عطا کردے اور اگر چاہتا ہے تو بخش دے۔ اس کا معنی یہ ہوا کہ یا اللہ اگر تو بخشنا نہیں چاہتا تو نہ بخشش! اگر عطا نہیں کرنا چاہتا تو عطا نہ کر...... تیری مرضی! حالانکہ نبیؐ نے فرمایا:

> ''تم میں سے کوئی شخص ہرگز یہ نہ کہے کہ یا اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے، اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما بلکہ پورے عزم سے دعا کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کوئی مجبور نہیں کرسکتا۔''
>
> (بخاری:۶۳۳۹، مسلم:۲۶۷۸ عن ابی ہریرۃ)

7 غفلت اور سستی نہ دکھائی جائے

دعا مانگنے میں کسی قسم کی سستی نہیں برتنی چاہیے بلکہ پورے دھیان، توجہ اور چستی کے ساتھ دعا مانگنی چاہیے اور دعا مانگنے والے کا ذہن دعا کے اندر مشغول ہونا چاہیے نیز اس پر کسی قسم کی سستی (خیالات یا نیند وغیرہ) نہیں ہونی چاہیے۔ کیونکہ دعا کرنے والا اگر سستی میں مبتلا ہوگا یا غفلت کا شکار ہوگا تو اس کی دعا قبول نہیں ہوگی۔ اس لئے نبیؐ نے فرمایا:

> ''اللہ سے اس یقین کے ساتھ دعا مانگو کہ دعا ضرور قبول ہوگی اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی غافل اور لاپرواہ دل سے نکلی دعا کو قبول نہیں فرماتے۔'' (ترمذی:۳۴۷۹، السلسلة الصحيحة : ۱۴۳/۲)

دعا کے آداب

مذکورہ بالا شرائط ایسی ہیں جنہیں دعا میں ملحوظ خاطر رکھنا از بس ضروری ہے جبکہ ان کے علاوہ بعض آداب ایسے ہیں کہ اگر دعا کرنے والا ان کا بھی اہتمام کرے تو پھر اس کی دعا شرفِ قبولیت حاصل کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ ان مستحب آداب میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

1 دعا سے پہلے طہارت (پاکیزگی)

دعا کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ ظاہری (باوضو) اور باطنی (استغفار) طہارت حاصل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔ قبولیت دعا میں وضو کے مستحب ہونے کی دلیل ابو عامرؓ کی شہادت اور نبی اکرم ﷺ سے ان کے استغفار والے قصے میں موجود ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ کو ان کی

شہادت کی خبر پہنچی اور ان کے لئے استغفار کی درخواست کی گئی تو آپؐ نے پانی منگوایا پھر آپؐ نے وضو کرکے دعا فرمائی۔ (صحیح بخاری:۴۳۲۳)

لیکن یاد رہے کہ دعا سے پہلے باوضو ہونا ضروری نہیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ہر دعا وضو کے ساتھ نہیں مانگی بلکہ کئی دعائیں آپؐ نے بغیر وضو کے مانگی ہیں۔

❷ حمد وثنا اور آنحضرت ﷺ پر درود

دعا مانگنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی جائے اور بعد میں آنحضرت ﷺ پر درود بھیجا جائے اور اس کے بعد اپنی حاجت کا سوال کیا جائے۔ یہ ترتیب مستحب ہے جیسا کہ فضالہ بن عبیدؓ کی حدیث میں ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو نماز میں دعا کرتے ہوئے سنا مگر اس نے آپؐ پر درود نہ بھیجا تو آپؐ نے فرمایا: ''عجل هذا'' ''اس نے جلدی کی'' پھر اسے بلا کر اور دوسرے لوگوں کو بھی فرمایا کہ

''جب تم میں سے کوئی دعا مانگے تو پہلے حمد وثنا کرے پھر نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے پھر جو وہ چاہے دعا کرے۔'' (ابوداود:۱۴۸۱وسندہ صحیح، صحیح الجامع :۱/۲۳۸)

❸ افضل حالت اور افضل مقام پر دعا

دعا کی قبولیت کے لئے یہ بھی مستحب ہے کہ انسان افضل حالت میں اور افضل جگہ پر دعا کرے۔ افضل حالت سے مراد یہ ہے کہ دعا مانگتے ہوئے انسان کی حالت افضل ہو۔ مثلاً سجدے اور رکوع کی حالت۔ جیسا کہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''خبردار! میں تمہیں رکوع وسجود میں تلاوتِ قرآن سے منع کرتا ہوں لہٰذا رکوع میں ربّ تعالیٰ کی عظمت بیان کرو اور سجدے میں دعا کا اہتمام کرو کیونکہ سجدے میں دعا کی قبولیت کا امکان ہے۔'' (مسلم:۴۷۹)

افضل جگہ سے مراد یہ ہے کہ جس جگہ پر انسان دعا کررہا ہے وہ دوسری جگہوں سے افضل ہو مثلاً حرمین شریفین (بیت اللہ ومسجد نبوی)، مساجد، مکہ مکرمہ وغیرہ۔ یہ ایسے مقامات ہیں جن میں دوسری جگہوں کی نسبت دعا جلدی قبول ہونے کا امکان ہوتا ہے، حتیٰ کہ مشرکین مکہ بھی اس بات کے قائل تھے کہ مکہ کے اندر دعا جلد قبول ہوتی ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ

''جب کفار نے نبی اکرم ﷺ کی پشت پر حالتِ نماز میں اوجھ ڈالی تو (نبی کریم نے ان پر بددعا کی اور) ان پر نبی اکرم ﷺ کی بددعا گراں گزری کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ شہر مستجاب الدعوات ہے۔'' (بخاری:۲۴۰)

4 افضل وقت میں دعا

جس طرح قبولیتِ دعا کے لئے افضل حالت اور افضل جگہ کا ہونا مستحب ہے، اسی طرح افضل وقت میں دعا کرنا بھی مستحب ہے جیسے عرفہ کے دن یا رمضان المبارک کے مہینے میں دعا کرنا اور اس میں بھی بالخصوص آخری دس دن اور ان دس دنوں میں بھی طاق راتیں اور شب ِقدر زیادہ افضل ہیں۔ اسی طرح سحری کا وقت، جمعہ کا دن، اذان اور اقامت کا درمیانی وقت بھی افضل اوقات میں شامل ہے۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

''اذان اور اقامت کے درمیان دعا ردّ نہیں ہوتی۔'' (احمد ۲/۱۵۵،ترمذی:۲۱۲)

5 گریہ زاری اور تکرار کے ساتھ دعا کرنا

اس کا مطلب یہ ہے کہ گڑگڑاتے ہوئے اور باربار دہراتے ہوئے دعا کرنا جیسا کہ عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ''اللہ کے رسولؐ کو یہ بات پسند تھی کہ تین تین مرتبہ دعا کی جائے اور تین تین مرتبہ استغفار کیا جائے۔'' (ابوداود:۱۵۲۴،ضعیف عندالالبانیؒ)

6 اسمائے حسنیٰ اور نیک اعمال کا وسیلہ

مستحب آداب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام لے کر دعا کرے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلِلّٰہِ الاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا﴾ اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لئے ہیں تو ان ناموں کے ساتھ اللہ ہی کو پکارا کرو۔'' (اعراف:۱۸۰)

اسی طرح دعا کرنے والے کو چاہئے کہ اپنے نیک اعمال کا وسیلہ پیش کرے کہ اے اللہ! میں نے محض تیری رضا کی خاطر فلاں فلاں نیک کام کیا، اے اللہ! مجھے بخش دے...... اے اللہ میری مصیبت دور فرما...... اے اللہ میرے حال پر رحم فرما......!!

7 جلد بازی سے پرہیز

بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ دعا کرنے والا ان شرائط کو مدنظر رکھ کر دعا کرتا ہے لیکن پھر بھی اس کی دعا قبول نہیں ہوتی تو ایسے دعا کرنے والے کو چاہئے کہ وہ مایوس ہوکر جلد بازی میں اپنی دعا کو چھوڑ نہ دے بلکہ دعا مانگتا رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بندے کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی ہے جب تک وہ جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرے۔''

پوچھا گیا: یارسول اللہ ﷺ جلد بازی کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ بندے کا اس طرح کہنا کہ میں نے دعا کی، پھر دعا کی، لیکن وہ قبول نہیں ہوئی۔ پھر وہ دل برداشتہ ہوکر دعا کو چھوڑ دے۔'' (یہ جلد بازی ہے) (بخاری:۶۳۴۰ ومسلم:۲۷۳۵)

قبولیتِ دعا کی مختلف صورتیں

یاد رہے کہ ہر انسان کی ایسی دعا جو مذکورہ شرائط و آداب کے مطابق کی جائے، وہ قبول ضرور ہوتی ہے کیونکہ یہ اللہ کا وعدہ ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾
''اور تمہارے ربّ کا فرمان ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا'' (غافر:۶۰)

لیکن دعا کی قبولیت کی تین مختلف صورتیں ہیں جیسا کہ حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ما من مسلم يدعو بدعوة ليس فيها إثم ولا قطيعة رحم إلا أعطاه الله بها إحدى ثلاث: إما أن تعجّل له دعوته، وإما أن يدخرها له فى الآخرة، وإما أن يصرف عنه من السوء مثلها، قالوا : إذًا نُكثر، قال: الله أكثر"

''جب بھی کوئی مسلمان ایسی دعا کرے جس میں گناہ یا صلہ رحمی نہ ہو، تو اللہ ربّ العزت تین باتوں میں سے ایک ضرور اُسے نوازتے ہیں: یا تو اس کی دعا کو قبول فرما لیتے ہیں یا اس کے لئے آخرت میں ذخیرہ کردیتے ہیں اور یا اس جیسی کوئی برائی اس سے ٹال دیتے ہیں۔ صحابہؓ نے کہا: پھر تو ہم بکثرت دعا کریں گے۔ تو نبیؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ بخشنے (عطا کرنے) والا ہے۔'' (احمد:۳/۱۸)

اس حدیث سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ اگر کوئی مسلمان دعا کے مذکورہ بالا آداب وضوابط اور شروط وقواعد کو مدنظر رکھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور دستِ سوال دراز کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور بضرور اس کی دعا قبول فرماتے ہیں۔ البتہ دعا کی قبولیت کی تین مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ سائل کو اس کے سوال ومطالبہ سے نواز کر اس کی دعا قبول کی جاتی ہے اور عموماً اسے ہی مقبول دعا خیال کیا جاتا ہے۔

اس صورت کی مزید دو حالتیں ہیں، ایک تو یہ کہ ادھر دعا کی جائے اور ادھر اسے فوراً قبول کرلیا جائے جس طرح حضرت زکریاؑ نے اللہ تعالیٰ سے طلبِ اولاد کی دعا: ﴿رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً﴾ (آلِ عمران: ۳۸) اے میرے ربّ! مجھے تو اپنے پاس سے اچھی اولاد عطا فرما۔'' تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی دعا قبول کرلی اور فرشتوں کے ذریعے انہیں باخبر کیا کہ ﴿اِنَّ اللّٰهُ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى﴾ (آلِ عمران:۳۹) ''یقیناً اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت یحیٰ (بیٹے) کی خوشخبری دیتے ہیں۔''

دنیا میں قبولیتِ دعا کی دوسری حالت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ دعا طویل عرصہ کے بعد قبول ہو جیسے حضرت ابراہیم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: ﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلاً ......﴾ (البقرۃ:۱۲۹) اے ہمارے ربّ! ان میں سے رسول بھیج......'' جبکہ ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا سینکڑوں برس کے بعد قبول

ہوئی اور ابراہیم نے جس رسول کی بعثت کی دعا فرمائی، وہ آنحضرت ﷺ کی صورت میں قبول ہوئی۔ جیسا کہ آنحضرتؐ ہی فرماتے ہیں: (الفتح الربانی: ۲۰/۱۸۱)

''میں اپنے باپ حضرت ابراہیم کی دعا، حضرت عیسیٰ کی بشارت اور اپنی والدہ کا خواب ہوں۔''

جبکہ اس کے علاوہ بھی قبولیت کی دوصورتیں ہیں جنہیں لوگ 'قبولِ دعا' کی فہرست میں شامل نہیں سمجھتے، یعنی سائل کی دعا دنیا میں تو پوری نہیں ہوئی، البتہ اس دعا کو روزِ قیامت اجروثواب بنا کر سائل کے نامہ اعمال میں شامل کردیا جائے گا یا بسا اوقات اس دعا کی برکت سے سائل و داعی سے کسی آنے والی مصیبت کو ٹال دیا جاتا ہے جس کا اندازہ دعا کرنے والے کو نہیں ہو پاتا اور وہ یہی سمجھتا کہ شاید اس کی دعا قبول نہیں ہوئی جبکہ اس کی دعا بارگاہِ خداوندی میں قبول ہوتی ہے مگر اس قبولیت کی صورت ہمارے خیالات سے کہیں بالا ہوتی ہے۔

بعض اوقات دعا کی جو صورت ہمارے سامنے ہے، اللہ اس سے بہتر صورت میں اس کی تکمیل کردیتے ہیں، اور وہی ہمارے حالات کے زیادہ موافق ومناسب ہوتی ہے، تو یہ بھی قبولیتِ دعا کی ایک صورت ہے۔ اس میں بعض اوقات تاخیر ہوتی ہے۔ بعض اوقات ہم اس قبولیتِ دعا کو بظاہر اپنے لئے اچھا خیال نہیں کرتے لیکن وسیع تناظر میں یا دور اندیشی کے طور پر وہی بات ہمارے حق میں زیادہ بہتر ہوتی ہے۔ الغرض آداب وشروطِ دعا کو مدنظر رکھتے ہوئے دعا مانگی جائے تو وہ کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔

کل پاکستان مقابلہ حفظ القرآن الکریم

یہ مقابلہ ۲۳،۲۴/ اکتوبر ۲۰۰۲ء کو مرکز المودۃ الخیری، ڈیرہ غازیخان میں منعقد ہوا جس کا اہتمام جمعیۃ تحفیظ القرآن الکریم پاکستان نے کیا۔ شریک طلبہ کی تعداد ۱۱۳ تھی جو ملک بھر کے تعلیمی اداروں سے شریک ہوئے۔

شرکا کے لئے قیام وطعام کا مناسب انتظام تھا۔ مقابلے کے لئے محترم حافظ عبدالرشید اظہر کی نگرانی میں لجنۃ التحکیم قائم کی گئی تھی جس کے ارکان مندرجہ ذیل تھے:

① قاری عبدالحمید، بہاولنگر ② قاری نجم الصبیح، لاہور ③ قاری ظہیر احمد، مدرسہ عمار بن یاسر، ڈیرہ غازیخان

اس مقابلہ میں محمد زبیر، عبدالمتین اور محمد محسن نے بالترتیب پہلا، دوسرا اور تیسرا انعام حاصل کیا۔ جبکہ انعام کی مالیت بالترتیب ۲۰، ۱۵ اور ۱۰/ ہزار روپے تھی۔ مزید جیتنے والے ۱۰ طلبہ کو ۲۰۰۰ روپے فی کس انعام بھی دیا گیا۔

آئندہ کا پروگرام : تاریخ مقابلہ: شعبان ۱۴۲۴ھ کا پہلا ہفتہ

شرائط

1. طالب علم کی عمر ۲۲ سال سے زائد نہ ہو۔
2. طالب علم کا انٹرویو پاس ہونا ضروری ہے۔
3. طالبِ علم تجوید کے ساتھ متقن حافظ ہو
4. ۳ پاروں کا ترجمہ بخوبی جانتا ہو۔
5. تقویۃ الایمان یا کتاب التوحید زبانی یاد ہو۔
6. اربعین نووی زبانی یاد ہو۔

انعامات : **پہلا، دوسرا، تیسرا انعام** (ہر ایک کیلئے عمرہ کا ٹکٹ)

جمعیۃ تحفیظ القرآن الخیریۃ جامع السدلیس، ڈیرہ غازیخان فون: 0641-471646

محمد شفیق کوکب
شاہد حنیف شاہد

اِداریات

اِشـــاریـــہ ماہنامہ مُحدّث لاہور

جنوری ۲۰۰۲ء تا دسمبر ۲۰۰۲ء......جلد ۳۴، عدد ۱ تا ۱۲

ایمان وعقائد

مبشر حسین، حافظ	توسل واستعانت کیا ہے؟ II	دسمبر	۹تا۳۶
عبدالرحمٰن کیلانی، مولانا	توسل واستعانت کیا ہے؟ I	جولائی	۱۷تا۳۳
عبدالرحمٰن کیلانی، مولانا	شرک اوراس کی مختلف مروّجہ صورتیں II	مارچ	۳۴تا۴۲
عبدالرحمٰن کیلانی، مولانا	شرک اوراس کی مختلف مروّجہ صورتیں I	جنوری	۱۲تا۳۸

سیرتِ نبویہ

ابن تیمیہؒ، شیخ الاسلام	نبوت محمدیہ کے دلائل وبراہین [مترجم: عبدالجبار سلفی]	مئی	۱۳تا۱۸
داؤد غزنویؒ، مولانا سید	عیدمیلادالنبی ﷺ	جون	۲۰تا۳۰
صلاح دین یوسف، حافظ	رسالتِ محمدی ﷺ پر ایمان ...... مدارِنجات	جون	۹تا۱۹

حجیتِ حدیث ...... فتنۂ انکارِ حدیث

حسن مدنی، حافظ	فتنۂ انکارِحدیث......ایک تجزیہ	اگست/ستمبر	۲تا۱۱
صفی الرحمٰن مبارکپوری	انکارِ حدیث حق یا باطل......؟	اگست/ستمبر	۱۵۶تا۱۸۶
عبدالخالق محمد صادق	مقامِ حدیث اور بزمِ طلوعِ اسلام، کویت	اگست/ستمبر	۱۹۷تا۲۱۵
عبداللہ عابد، ڈاکٹر	برصغیر میں فتنۂ انکارِحدیث کی تاریخ اوراسباب	اگست/ستمبر	۱۱۷تا۱۳۱
مودودیؒ، سید ابوالاعلیٰ	حجیتِ حدیث پر بعض شبہات کا جائزہ	اگست/ستمبر	۱۸۷تا۱۹۶
موسیٰ، قاری محمد	حجیتِ حدیث اورفتنۂ انکارِحدیث	اگست/ستمبر	۲۱۶تا۲۲۰

پرویزیت

حسن مدنی، حافظ	پرویزیت کے بارے میں علماءِ امت کے فتاویٰ	اگست/ستمبر	۱۰۹تا۱۱۶
دین قاسمی محمد، پروفیسر	اختلافِ تعبیرقرآن اورمنکرین حدیث	اگست/ستمبر	۴۷تا۸۵
رمضان سلفی، مولانا	مسٹرغلام احمد پرویز کے کفریہ عقائد	اگست/ستمبر	۱۲تا۴۶
منظوراحسن عباسی، پروفیسر	پرویز اوراطاعتِ رسول ﷺ	اگست/ستمبر	۸۶تا۱۰۸

تدوین حدیث

نعیم، پروفیسر محمد	عہدِنبوی ﷺ میں کتابتِ حدیث	اگست/ستمبر	۱۳۲تا۱۳۸

☆ انچارج شعبۂ رسائل وجرائد، مجلس التحقیق الاسلامی

عبدالرحمٰن مدنی، حافظ	حفاظتِ حدیث اور تعامل اُمت	اگست ر ستمبر	۱۵۰ تا ۱۵۵
علی احمد چوہدری	حفاظتِ حدیث میں حفظ کی اہمیت	اگست ر ستمبر	۱۳۹ تا ۱۴۹

اسلامی عبادات

آصف احسان، محمد	نماز کی بعض عام کوتاہیاں	نومبر	۲۷ تا ۴۵
ثناء اللہ مدنی، حافظ	روزہ کے مسائل ......سوال وجواب	نومبر	۱۱ تا ۱۳
جمیل اختر، محمد	دعائیں کیوں قبول نہیں ہوتیں؟	دسمبر	۶۲ تا ۶۸
صدیق حسن خانؒ، نواب	تعلیم الصیام اور مسائل تراویح	نومبر	۱۴ تا ۲۶

تحقیق وتنقید

اعجاز حسن	میں پردہ کیوں کروں ......؟	اپریل	۴۶ تا ۵۱
عبداللہ روپڑیؒ، حافظ	بنی اسرائیل پر ۴۰ برس سایہ رہا یا بارش؟	اپریل	۱۰ تا ۱۲
عبدالمنان نورپوری، مولانا	کیا فرعونِ موسیٰ کی لاش دنیا کے لیے عبرت ہے؟	جولائی	۵۷ تا ۵۹
عبدالمنان نورپوری، مولانا	'محرمٔ کی تعریف کن الفاظ سے کی جائے؟	جولائی	۵۹
مبشر حسین لاہوری	علاقائی اتحاد کے باوجود افتراقِ ملت	اپریل	۶۸ تا ۷۲
محمد علی قصوری، مولانا	کیا قرآن کی رو سے حضرت عیسیٰ میں الوہی صفات ہیں؟ (I)	دسمبر	۹ تا ۲۳

مقالات

خالد ظفر اللہ، ڈاکٹر	غیر مسلم اقوام سے مشابہت ......؟	اپریل	۳۱ تا ۴۵
زاہد الراشدی، مولانا	جہاد کا مفہوم اور دورِ حاضر میں اس کے تقاضے	جون	۶۰ تا ۷۲
عبدالعزیز القاری، ڈاکٹر	خوش الحانی سے قرآن پڑھنے کی شرعی حیثیت [مترجم: محمد اسلم صدیق]	جون	۳۵ تا ۵۹
عبدالغفار حسن، مولانا	مولانا عبیداللہ مبارکپوری وغیرہ سے مراسلات	جولائی	۳۷ تا ۵۲
مبشر حسن لاہوری، حافظ	احکامِ قبور اور کثیر منزلہ قبرستان کی شرعی حیثیت	اپریل	۱۸ تا ۳۰
نوید احمد شہزاد، پروفیسر	تعدد ازواج ...... جواز وحکمت	دسمبر	۳۷ تا ۶۱

تعلیم وتعلّم

آصف احسان، محمد	مسلمانوں کیلئے جدید علوم کی ضرورت واہمیت	اپریل	۵۲ تا ۶۲
اِدارہ محدث	جہادی تنظیمیں، دینی مدارس اور حکومتی پالیسی	جنوری	۲ تا ۱۱
امین، ڈاکٹر محمد	پاکستان کا دینی نظامِ تعلیم ...... چند اصلاحی تجاویز	فروری	۳۱ تا ۵۳
ثریا علوی، پروفیسر مسز	اُف ...... یہ سیکولر نظامِ تعلیم!	فروری	۵۴ تا ۷۲
زاہد الراشدی، مولانا	دینی مدارس اور بنیاد پرستی	جنوری	۴۴ تا ۶۳
صلاح الدین یوسف	دینی مدارس کی اصلاح کیوں اور کیسے؟	فروری	۲۱ تا ۳۰
عبدالرحمٰن مدنی، حافظ	دینی مدارس اور موجودہ سرکاری اصلاحات (انٹرویو)	فروری	۱۱ تا ۲۰

عبدالرشید عراقی	ولی اللّٰہی سلسلہ مدارس و جامعات (ایک جائزہ)	مئی	۱۹ تا ۴۳
فرید احمد پراچہ	دینی مدارس اور سرکاری مداخلت	جولائی	۵۳ تا ۵۶

قانون وقضا

ظفر علی راجا، ڈاکٹر	آئین پاکستان اور ریفرنڈم	مئی	۴۴ تا ۵۲
ظفر علی راجا، ڈاکٹر	سود کا مقدمہ نیا رخ یا واپسی	جولائی	۲ تا ۱۶

دارالافتاء [از شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ]

حضرت ایوبؑ کی بیماری کی نوعیت؟ گنا کی ادھار اور موجودہ قیمت میں فرق؟ وقف کی اقسام؟ والدین کی ناراضگی میں اولاد کا فرض؟ آنکھیں بند کرکے نماز پڑھنا؟ حالتِ نشہ میں طلاق کی حیثیت؟	**جنوری**	۴۰
بحالتِ نماز سلام کا جواب دینا؟ بعض احادیث کی تحقیق؟ اونٹ کے گوشت سے وضو ٹوٹنا؟ نماز کے بعد اجتماعی دعا؟ نمازیوں کو سلام کہنا اور اسکا جواب؟ کیا اِمام بھی ربنا ولک الحمد بلند آواز میں کہے گا؟ قربانی کی فضیلت؟ سسرال میں قصر نماز پڑھنا؟ ظہر وعصر سے قبل چار سنتیں ایک سلام سے پڑھنا؟ دعا افطاری؟	**مارچ**	۲۹
رکوع سے اٹھنے کے بعد نمازی اپنے ہاتھ کہاں رکھے؟ حرمین کے علاوہ اعتکاف، مسئلہ رضاعت؟ لڑکی کی رضامندی کے بغیر نکاح کی حیثیت؟ مصافحہ ومعانقہ، زیرِ ناف بال اور ناخن کاٹنا؟	**اپریل**	۱۳ تا ۱۸
امراء کے لیے صدقہ وخیرات کے استعمال کا حکم؟ عید کا خطبہ اور اجتماعی دعا وغیرہ، فجر کی سنتوں کے بعد لیٹنا؟ قربانی کے گوشت کا استعمال؟ مسواک کا مسنون طریقہ اور اس کی لمبائی وغیرہ؟ پانی کی نجاست، نمازوں کا جمع تقدیم کرنا؟	**جون**	۳۱ تا ۳۶
ایصالِ ثواب، بلا مقصد طلاق اور طہارت کے مسائل؟	**جولائی**	۳۴ تا ۳۶
مٹی کھانا کیسا ہے؟	**نومبر**	۱۱

تصویر وطن

حسن مدنی، حافظ	امریکہ، پاکستان اور خودمختاری کے تقاضے	دسمبر	۲ تا ۸
ظفر علی راجا، ڈاکٹر	علماء کا غیر فرقہ وارانہ قتل ...... سیکولرزم کا نیا حربہ	جون	۲ تا ۸
عطاء اللہ صدیقی، محمد	جنرل مشرف کے دو چہرے: سیکولرزم یا اسلام!	فروری	۲ تا ۱۰
عطاء اللہ صدیقی، محمد	ریفرنڈم ...... قومی اور دینی حلقوں کی نظر میں!	مئی	۲ تا ۱۲
علی طنطاویؒ، شیخ	نئی نسل پر رحم کی فریاد II	جنوری	۴۵ تا ۶۴
مزمل احسن شیخ، پروفیسر	حج کے حکومتی انتظامات میں اصلاح کی تجاویز	جنوری	۶۸ تا ۷۱

عالم اسلام

صلاح الدین یوسف، حافظ	تہذیبی تصادم، المیہ افغانستان اور عالم اسلام	مارچ	۱۲ تا ۲۸
عطاء اللہ صدیقی، محمد	بھارتی مسلمان اور ہم!	مارچ	۲ تا ۱۱
عطاء اللہ صدیقی، محمد	سعودی امن منصوبہ اور اعلانِ بیروت	اپریل	۲ تا ۹
کوکب اوکاڑوی، ڈاکٹر	دہشت گردی اور عالم اسلام	نومبر	۴۶ تا ۶۶

اسلام اور مغرب

جان پلگر	موت کے سوداگر (برطانیہ کا دوغلا کردار)	نومبر	۶۷ تا ۷۱
رابنسن فرانس	تہذیبوں کا تصادم، ماضی، حال اور مستقبل [مترجم: عابد مسعود]	نومبر	۲ تا ۱۰
عطاء اللہ صدیقی، محمد	ابلاغی حیوان، حیوانی ابلاغ اور طالبان	جنوری	۵۷ تا ۶۷
عطاء اللہ صدیقی، محمد	جہادی تنظیمیں، دینی مدارس اور حکومتی پالیسی	جنوری	۲ تا ۱۱
عطاء اللہ صدیقی، محمد	ویلنٹائن ڈے پر شرمناک طرزِ عمل	مارچ	۴۳ تا ۵۰
کوکب اوکاڑوی، ڈاکٹر	دہشت گردی اور عالم اسلام	نومبر	۴۶ تا ۶۶

تذکرۃ المشاہیر و یادِ رفتگاں

اسلم صدیق، محمد	امام کعبہ شیخ ڈاکٹر عمر بن السبیلؒ کا سانحہ ارتحال	اپریل	۶۳ تا ۶۷
اسلم صدیق، محمد	پروفیسر عطاء الرحمٰن ثاقبؒ کی المناک شہادت	مئی	۶۲ تا ۷۲
عبدالرشید عراقی	شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیل سلفیؒ	مارچ	۵۱ تا ۶۲
عبدالغفور راشد، ڈاکٹر	شیخ الکل فی الکل حضرت میاں سید نذیر حسین دہلویؒ	نومبر	۷۲ تا ۸۰

تبصرہ وتعارف کتب

اسلم صدیق، محمد	ضیاء الکلام شرح عمدۃ الاحکام از محمود احمد غضنفر	مارچ	۶۷ تا ۶۹
اسلم صدیق، محمد	معراج النبی ﷺ از اشفاق الرحمٰن	مارچ	۷۱ تا ۷۲
رمضان محمد سلفی، مولانا	آئینہ پرویزیت از عبدالرحمٰن کیلانیؒ	مارچ	۶۳ تا ۶۵
عبدالجبار شاکر، پروفیسر	شیخ سرہندؒ از جمیل اطہر سرہندی	مارچ	۶۵ تا ۶۷
عبدالشکور ظہیر	صلوٰۃ النبی ﷺ کے حسین مناظر از قاری خلیل الرحمٰن جاوید	مارچ	۶۹ تا ۷۰

رپوتاژ

اسلم صدیق / اعجاز حسن	جامعہ لاہور الاسلامیہ میں سعودی و پاکستانی طلبہ کی ورکشاپ	جولائی	۶۰ تا ۷۲
صہیب حسن، ڈاکٹر	اسلام اور گلوبلائزیشن پر رابطہ عالم اسلام کی کانفرنس	مئی	۵۳ تا ۶۱

اِشاریہ جات

اِدارہ 'محدث'	دینی رسائل میں حجیت ِحدیث پر مضامین کا موضوعاتی اشاریہ	اگست / ستمبر	۲۴۹ تا ۲۸۰
خالد رندھاوا، ڈاکٹر	برصغیر میں انکارِ حدیث کا لٹریچر (ایک مختصر جائزہ)	اگست / ستمبر	۲۲۱ تا ۲۳۷
شفیق کوکب / شاہد حنیف	اِشاریہ ماہنامہ 'محدث': سال ۲۰۰۲ء جلد ۳۴ عدد ۱ تا ۱۲	دسمبر	۶۹ تا ۷۲
عبدالرشید عراقی	دفاعِ حدیث پر اہل حدیث کی خدمات کا جائزہ	اگست / ستمبر	۲۳۸ تا ۲۴۸

☞ محدث کے دیرینہ قلمکار جناب عطاء اللہ صدیقی کچھ عرصہ سے بعض بیماریوں کا شکار ہیں، سینہ میں شدید دباؤ کی وجہ سے ہفتہ بھر جناح ہسپتال، لاہور میں بھی داخل رہے ہیں۔ ان کی صحتِ کاملہ کے لئے قارئین سے دعا کی درخواست ہے۔

☞ نامور اہل علم مولانا عزیز زبیدی، مولانا ریاض الحسن نوری اور مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری کی صحت بھی کافی متاثر ہے۔ قارئین اپنی نیک دعاؤں میں انہیں بھی یاد رکھیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انکے علم سے ہمیں زیادہ سے زیادہ مستفید فرمائے۔

CPL No. 177 Vol: 34 No:12

MONTHLY
MUHADDIS
LAHORE

- □ عناد اور تعصب قوم کے لیے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں...... لیکن تعصبات سے بالاتر رہ کر اِفہام وتفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

- □ علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں...... لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

- □ غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے...... لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

- □ تبلیغ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

- □ آئین وسیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے...... لیکن
ع جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

- □ جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے...... لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

......اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

محدث

کا مطالعہ فرمایئے، آپ اس کو ان جملہ صفات ومحاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

فی شمارہ: ۲۰ روپے
زرِ سالانہ: ۲۰۰ روپے

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL
99-J, Model Town, Lahore-54700. Phones: 5866476, 5866396